TEHQEEQI
PAMPHLET
NO. 8

چند واقعات کربلا کا
تحقیقی جائزہ

واقعۂ کربلا کی طرف منسوب چند روایات پر تحقیقی بحث

عبد مصطفی

چند واقعات کربلا کا

تحقیقی جائزہ

عبد مصطفی

محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی

عبد مصطفی آفیشل

تفصیلات

نام:چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ
کاوش:عبد مصطفی محمد صابر قادری
سنہ اشاعت:1442ہجری،2020عیسوی
زبان:اردو،رومن اردو اور ہندی
ناشر:عبد مصطفی آفیشل
تعداد:
صفحات:
قیمت:

عبد مصطفی آفیشل کے بارے میں

عبد مصطفی آفیشل ایک اسلامی تنظیم ہے جو اہل سنت و جماعت کے منہج پر کام کر رہی ہے۔ اس تنظیم کا مقصد قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ہے اور خدمت خلق بھی اسی مقصد کے تحت ہے۔

سَنَہ 2014 عیسوی میں ہندستان کے شہر ہزاری باغ سے چند لوگوں نے مل کر اس سفر کا آغاز کیا پھر آگے چل کر کئی لوگ اس میں شامل ہوتے گئے اور بہت ہی قلیل مدت میں عبد مصطفی آفیشل ایک تنظیم بن کر سامنے آئی۔

آغاز اس طرح ہوا کہ لوگوں میں علم کی کمی اور اعمال سے دوری کو دیکھتے ہوئے ہفتہ وار اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جس میں ہر ہفتے الگ الگ گھروں میں محفلیں سجائی جاتیں پھر علمی اور اصلاحی بیانات دیے جاتے اور اس کے لیے علمائے اہل سنت کو مدعو کیا جاتا تھا۔

کئی مہینوں بلکہ ایک سال سے زائد یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یادگار ایام کی مناسبت سے جلسے کروانا، میلاد النبی کے جلوس کا اہتمام کرنا اور خلق کی خدمت بھی جاری رہی۔

اس کے بعد ہم نے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تیزی سے پھیل رہی برائیوں کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ اس میدان میں بھی اترنے کی سخت ضرورت ہے اور پھر اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہم نے اس طرف رخ کیا۔
مختلف سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس اور اپلی کیشنز پر جب کام شروع کیا گیا تو بہت ہی کم وقت میں بڑھتی مقبولیت کو دیکھ کر اس کا یقین ہو گیا کہ اس میدان میں کام کرنا کتنا ضروری ہے۔
اس کے لیے ہم نے فیس بک، واٹس ایپ، بلاگر اور بعد میں ٹیلی گرام، انسٹا گرام، یوٹیوب اور ویب سائٹ کو ذریعہ بنا کر لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کی۔
تنظیم سے منسلک ہر شخص کی پر خلوص کاوشوں نے بہت جلد اپنا رنگ دکھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نام "عبد مصطفی آفیشل" ہزاروں لوگوں نے جان لیا۔

اس تنظیم کی جانب سے:
علمی، تحقیقی اور اصلاحی تحریروں کو عام کیا جاتا ہے تا کہ لوگوں کے عقائد و نظریات اور اعمال کی اصلاح ہو سکے،

تحقیقی موضوعات پر رسالے ترتیب دیے جاتے ہیں،
کتب ورسائل کو ٹیلی گرام کے ذریعے عام کیا جاتا ہے،
تحریرات اور رسائل کو چند مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے عام کیا جاتا ہے تاکہ زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچایا جاسکے،
واٹس ایپ پر سیکڑوں گروپوں میں لوگوں کو جوڑ کر مختلف موضوعات پر تحریریں وغیرہ بھیجی جاتی ہیں،
یوٹیوب پر وڈیوز ریکارڈ کرکے اپلوڈ کی جاتی ہیں،
انسٹاگرام پر تصویریں اپلوڈ کی جاتی ہیں جو آیات، احادیث اور اقوال پر مشتمل ہوتی ہیں،
ویب سائٹ پر علمی مواد کو جمع کیا جاتا ہے تاکہ آسانی سے لوگ فائدہ اٹھاسکیں،
ان کے علاوہ سنیوں کے آپس میں نکاح کے لیے ایک سروس بنام "ای نکاح سروس" شروع کی گئی ہے جہاں پورے ہندستان سے نکاح کے لیے سنی لڑکے اور لڑکیوں کی پروفائلز بنائی جاتی ہیں تاکہ لوگ آسانی سے رشتہ تلاش کر

سکیں۔ اب تک اہل سنت کے لیے کوئی خاص ایسی سروس موجود نہیں تھی۔ اللہ کی توفیق سے ہمیں اس پر بھی کام کرنے کا موقع ملا۔

یہ سفر جاری ہے اور ہر دن یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اسے پہلے سے بہتر بنایا جائے اور بڑے سے بڑے پیمانے پر کام کیا جائے۔
ان شاء اللہ یہ کوششیں اس تنظیم کے ساتھ مل کر کام کرنے والوں کے لیے مغفرت کا ذریعہ ہوں گی اور اس دن جب لوگوں کے اعمال ظاہر ہوں گے اور حساب و کتاب ہو گا تو یہ آج کا کام اس دن کے لیے آرام ہو گا، ان شاء اللہ۔

عبد مصطفی آفیشل

چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ

اس رسالے میں واقعۂ کربلا سے متعلق کچھ غیر معتبر واقعات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ کئی مہینوں کی تلاش و جستجو کے بعد اسے تیار کیا گیا ہے۔ اسے پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو گا کہ واقعۂ کربلا کے حوالے سے آج کل کس قدر بے جا واقعات کو تقریروں میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس رسالے میں جو عنوانات آپ دیکھیں گے ان کی فہرست یہ ہے:

1-فاطمہ صغریٰ کا جھوٹا قصہ
2-امام حسن کو زہر کس نے دیا؟
3-جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا
4-امام زین العابدین اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کی ملاقات کا جھوٹا قصہ
5-میدان کربلا میں شادی
6-پانی بند ہونے کے بارے میں افراط و تفریط

ضمناً: مروجہ تعزیہ داری کے ناجائز ہونے پر کتب اہل سنت کے سو سے زائد حوالے

ان عنوانات کے تحت کئی باتیں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اگر آپ کو کہیں کوئی غلطی نظر آتی ہے تو اصلاح کی نیت سے ہماری ٹیم سے رابطہ کریں۔

رابطے کے ذریعے:

Email : Abdemustafa78692@gmail.com
WhatsApp : +919102520764
+917301434813
+919424903221

عبد مصطفی

تقریظ
از خلیفہ حضور تاج الشریعہ
علامہ غلام مصطفی نعیمی صاحب
مدیر اعلی سواد اعظم دھلی

کربلا ایک ایسا عنوان ہے جسے لے کر کلمہ گو افراد کے تین بڑے گروہ ہیں:

(1)**رافضی**:

جو محبت اہل بیت کے دعوے دار ہیں اور ان کی مزعومہ محبت کے لیے کوئی حدود و قیود نہیں ہیں۔ جو بات ان کے مَن کو بھا جائے اسے ہی اپنے عقیدے اور مذہب کا حصہ بنالیتے ہیں۔ چونکہ کربلا کے عنوان سے اہل اسلام کا بڑا طبقہ وابستگی رکھتا ہے اس لیے اس گروہ نے اپنی جعلی محبت ظاہر کرنے اور لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے داستان کربلا میں اس قدر تحریف و تبدیل کی ہے کہ اصل واقعات چھپ سے گئے ہیں اور من گھڑت اور بے سر وپا قصے عوام میں رائج ہو گئے ہیں۔ اس طبقے کا مطمح نظر شہیدان کربلا سے اپنی نمائشی محبت کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے اس لیے داستان کربلا کو مؤثر، جذباتی اور دردناک بنانے کے لیے من گھڑت قصوں کو شامل کرنے سے ذرہ برابر تکلف نہیں کرتے۔

(2)خارجی:

اس طبقے کے افراد حب صحابہ کے نام پر شہیدان کربلا کی عزیمت واستقامت اور اسلام کی خاطر دی گئی تاریخ انسانی کی عظیم قربانی پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں۔ اپنے روحانی پیشوا یزید پلید کی گردن بچانے کے لیے سبط پیمبر امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر حکومت واقتدار کی خواہش کا الزام عائد کرتے ہیں۔ یہ طبقہ کربلا کی دل دوز داستان اور امام حسین اور ان کے رفقا کی مظلومانہ شہادت کو حصول اقتدار کے لیے کی گئی جھڑپ ثابت کرنے کی پر زور کوشش کرتا ہے اور شہدائے کربلا کی کردار کشی کا کوئی موقع فروگذاشت نہیں کرتا۔

(3)اهل سنت وجماعت:

ان دو متشدد طبقوں کے درمیان تیسرا طبقہ اہل سنت وجماعت کا ہے جو افراط و تفریط سے دور اور اعتدال پر قائم ہے۔ یہی طبقہ حقیقی طور نواسہ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور رفقا کربلا سے محبت کرتا ہے۔ لیکن ان کی محبت بے لگام اور حدود وقیود سے آزاد نہیں کہ حب امام کے نام پر فرضی واقعات گھڑیں اور جھوٹی داستانیں پھیلائیں، اہل سنت ہمیشہ ہی نسبت حسینی پر نازاں رہے ہیں، ان کی مظلومانہ شہادت پر اہل سنت سنت نمائشی رونا دھونا نہیں کرتے بلکہ یاد حسین

میں غربا و مساکین کی خبر گیری کر کے امام پاک کی خوشنودی کا سامان کرتے ہیں۔

ان کی تذکرے کی محفلیں سجاتے ہیں، کردار کی عظمتیں بیان کرتے ہیں، استقامت فی الدین کی انفرادیت اور حق کے لیے ان کی جانبازی کی داستان حق سے اہل ایمان کے دلوں کو گرماتے ہیں۔ ظلم و ستم کے خلاف سر اٹھانے کی ترغیب دلاتے ہیں اور ظلم و جبر کے خلاف امام پاک کی سرفروشانہ شہادت کی خوبیاں بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں محبت حسین کی شمع روشن کرتے ہیں۔

عرصہ دراز سے اہل سنت میں روافض کے پروپیگنڈے اور کم علم، دنیادار خطیبوں کی وجہ سے ایسی داستانیں اور واقعات رائج ہو گئے ہیں جو سراسر مَن گھڑت اور جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

آج کل دنیادار خطیبوں نے داستان کربلا کو اپنی روزی روٹی کا ذریعہ بنالیا ہے، اس لیے داستان میں رنگ بھرنے کے لیے ایسے قصے سنائے جاتے ہیں جس سے عوام بے چین ہو جائے، انداز بیان ایسا جذباتی اور ڈرامائی ہوتا ہے کہ لوگ رو پڑیں۔ تاکہ عوام سے زیادہ سے زیادہ نذرانہ وصولا جاسکے۔ اس کام میں ماہر خطیبوں کو

دیکھا گیا ہے کہ اسٹیجوں پر ایسی درد بھری آواز نکالتے ہیں مانو ان کا دل پھٹا جا رہا ہو، قصہ گوئی اس قدر رقت آمیز پیرایہ میں ہوتی ہے مانو یہ کربلا کے حاضر باش اور سارے واقعات کے عینی شاہد رہے ہوں۔

بس اسی انداز پر روپیہ برستا ہے، اسٹیج سے اترتے ہی یہی خطیب ہنسی ٹھٹھے بازیاں کرتے ہیں، جو شخص چند منٹ قبل غم حسین میں بلک رہا تھا وہی شخص کچھ ہی دیر بعد قہقہے لگا رہا ہوتا ہے۔

ضرورت تھی کہ ایسے واقعات کو تحقیق کی کسوٹی پر کسا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ محبت حسین جھوٹے واقعات کی محتاج نہیں ہے۔

ایسے ہی کچھ مشہور واقعات کی تحقیق محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی المعروف بہ عبد مصطفی نے فرمائی ہے۔ موصوف نے نہایت عام فہم انداز میں اعلی درجے کی تحقیق پیش فرما کر کئی اہم اور مشہور واقعات کا فرضی اور مَن گھڑت ہونا ثابت کیا ہے۔ کچھ واقعات اس نوعیت کے ہیں جن کا صرف ایک حصہ ہی عوام کے سامنے پیش کیا گیا اور دوسرے حصے سے صرف نظر کیا گیا تا کہ عوام کو رُلانے اور محبتوں کو کیش کرنے کا ذریعہ بنا رہے۔

اس کتاب میں جن واقعات کو تحقیقی میزان میں رکھا ہے ان میں چند یہ ہیں:

1- حضرت بی بی صغری کا قصہ
2- میدان کربلا میں حضرت قاسم کی شادی کا قصہ
3- امام مسلم کے بچوں کا قصہ
4- پانی بند ہونے پر افراط و تفریط کا قصہ
5- امام حسین کے گھوڑے کا قصہ

ایسے ہی کئی اہم واقعات ہیں جو موصوف کی زیر تحقیق آئے ہیں۔ ان میں کچھ تو اس قدر مشہور ہیں جو بہت سی معتبر کتابوں میں بھی جگہ پا گئے ہیں لیکن بعد تحقیق ان کا فرضی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب بھی اس عنوان پر حرف آخر نہیں ہے، میدان تحقیق کھلا ہے کوئی صاحب ہمت اٹھیں اور اپنی تحقیق پیش فرما سکتے ہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ موصوف نے اپنی تحقیق سے اہل علم کے سامنے یہ مقدمہ بڑی مضبوطی سے رکھا ہے کہ واقعات کربلا کی اعلی درجے کی

تحقیق کی جائے اور مستند اور صحیح روایات ہی بیان کی جائیں تاکہ اہل سنت کا دامن افراط و تفریط سے پاک رہے۔

جناب محمد صابر اسماعیلی صاحب تحقیقی مزاج رکھتے ہیں، موجودہ کتاب بھی آپ کے اسی ذوق کا آئینہ دار ہے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کے علم نافع عطا فرمائے تاکہ وہ خوب خوب خدمت دین کر سکیں۔

گدائے درِ حسین
غلام مصطفیٰ نعیمی
27ذوالحجہ 1441ھ
18-08-2020

تقریظ
خلیفۂ حضور سید گلزار ملت،
حضرت علامہ مفتی محمد محبوب عالم مصباحی
حفظہ اللّٰہ تعالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القرآن وجعلہ الفرقان بین الحق

والبطلان والصلوۃ والسلام علی رسولہ مالک الانس والجان

وعلی آلہ خصوصا علی سید اشباب اھل الجنان وعلی اصحابہ

رضی عنھم الرحمن وعلیہ التکلان وھو المستعان

امابعد

حسن سنی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیوں کر ہو

ادب کے ساتھ رہتی ہے روش ارباب سنت کی

معرکۂ کربلا ایک حقیقت اور عدیم المثال معرکہ ہے جس کی نظیر نہ ماضی میں ملتی ہے اور نہ ہی قیامت تک ملے گی۔

یہ معرکہ جہاں ایک طرف حق گوئی، بے باکی، انصاف پسندی، انسانیت نوازی اور صبر و تحمل کا عظیم درس دیتا ہے تو دوسری طرف دروغ گوئی، بے کلی، ظلم پسندی، انسانیت سوزی اور جور و جبر کی ہزار داستان سناتا ہے بالآخر ملوکیت واستبداد اور جور و جفا کا منھ کالا ہوتا ہے اور کلمۂ حق کا عَلَم بلند ہوتا ہے۔ سچائی کا بول بالا ہوتا ہے اور چراغ مصطفوی طوفانوں میں بھی جل اٹھتا ہے اور صبح قیامت تک جلتا رہے گا اور اہل ایمان و حق اس کی شعاؤں اور کرنوں سے مستنیر ہوتے رہیں گے۔

تیرے ثبات نے دنیا پہ کر دیا روشن
ہوا کی زد پہ بھی حق کا چراغ جلتا ہے

لیکن معرکۂ کربلا کا دوسرا پہلو بھی ہے کہ اس کے بیان میں تقریر اتحریر اافراط و تفریط اور غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ نیز موضوع روایات اور نامناسب واقعات کو بھی بیان کیا جاتا ہے جس کی وجہ کر ہماری محفلوں، مقرروں، محرروں کا وقار مجروح ہو تا ہے اور ذی شعور اہل علم کا رجحان و میلان بتدریج ہم سے، ہماری محفلوں اور خطیبوں سے ختم ہو جاتا ہے۔

فضائل اہل بیت و حسنین کریمین، نیرین، منیرین، قمرین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نص قرآنیہ واحادیث صحیحہ اور روایات وحکایات مستندیہ معتبریہ کے ہوتے ہوئے موضوع، غیر معتبر اور نامناسب واقعات کو بیان کرنا ہم سنیوں، -ناجیوں، حق کے علمبر داروں کو زیب نہیں دیتا! الامان والحفیظ

مرج البحرین اور اللؤلو والمرجان سے مراد:
(اس رسالے میں یہ عنوان شامل ہے)

مرج البحرین اور اللؤلو والمرجان کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ بحرین سے حضرت مولی علی اور سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھما مراد ہیں اور اللؤلو والمرجان سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنھما مراد ہیں۔ تفسیر روح البیان، درمنثور، نزھۃ المجالس، مجمع البیان، تفسیر حسنات وغیر ھامیں منقول ہے مگر ان اصحاب کتب نے قول نقل کیا ہے اپنا موقف بیان نہیں کیا ہے ہاں امام ابن مردویہ نے ابن عباس اور انس ابن مالک رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے امام ابن مردویہ کی حیثیت عدالت وثقات اور حافظہ میں محدثین کے نزدیک کیا ہے یہ قابل غور ہے۔

تفسیر حسنات جلد 6، صفحہ 288، میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اگرچہ یہ تفسیر صوفیہ کے انداز پر غریب ہے تاہم ہمارے نزدیک حضرات مذکور علم وفضل میں بحر محیط سے افضل واعظم ہیں بلکہ یہ سمندر تو ان کے فیضان کے دو قطرے ہیں چہ جائیکہ ان سے تشبیہ ہو اور یوں ہی شہزادگان کریمین کو مروارید ومرجان سے تشبیہ ان کی عظمت وشان کے سامنے انتہائی معمولی ہے

اور ان کے فضائل و کمالات حصر و شمار سے باہر ہیں اور اعلیٰ و اعظم ہیں الخ۔
معلوم ہوا کہ اعلیٰ و اعظم ہی کے ذریعہ عظمت و شان بیان کی جائے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

چند واقعات کربلا کے ذکر میں کتب تواریخ باہم متضاد ہیں ان کے مابین تطبیق کی صورت ہونی چاہیے یا راجح و مرجوح کا قول یا پھر نہایت تفتیش و اقامت حجت کے بعد صحیح و غلط کا حکم صادر کرنا چاہیے تا کہ کسی پر بھی حرف نہ آئے اور واقعہ بھی ثابت ہو جائے۔
مثلاً کربلا اور سفر کربلا میں اونٹنی اور گھوڑے کا ذکر تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ نے اونٹنی پر سفر کیا ہو اور روز جنگ گھوڑے کا استعمال فرمایا ہو اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ جنگیں اکثر گھوڑوں پر ہی لڑی جاتی تھیں.

فاطمہ صغریٰ مدینہ یا کربلا میں؟

ممکن ہے تاریخ نویسوں کو مغالطہ ہو گیا ہو، فاطمہ بنت امام حسین اور فاطمہ بنت مولی علی رضی اللہ عنھم میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنھما مدینہ شریف میں ہوں اور فاطمہ بنت مولی علی رضی اللہ عنھما کربلا میں تھیں اور ہمنام ہونے کی وجہ سے مؤرخوں کو تسامح ہو گیا۔
شہزادگان امام مسلم رضی اللہ عنھم میں بھی کتب تواریخ باہم کافی متضاد ہیں۔ بچوں کے باپ میں مختلف الرائے ہیں لیکن اکثر کے نزدیک بچوں کی شہادت واقع ہوئی ہے اور مزار پر ضیا مقام مسیب میں زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔ میرے شناشاؤں میں بہتوں نے حاضری دے کر فاتحہ خوانی کی ہیں تو ایسے واقعات وشواہدات اور مزار کا معرض وجود ہونا کس طرف مشیر ہے تاہم جولان گاہ میدان تحقیق کے لیے راستے کھلے ہوئے ہیں۔
فتدبریا اولی الابصار

حضرت سکینہ رضی اللہ عنھا کربلا میں موجود تھیں لیکن واقعی اس وقت آپ شادی شدہ تھیں یا صرف کسی سے منسوب تھیں یہ محل غور ہے کیونکہ آپ کی

عمر تین سے سات سال بعضوں نے درج کی ہیں اور بعضوں نے آپ کی وفات سنہ 117 ہجری اور کئی نکاح کا ذکر کیا ہے قرین قیاس ہے کہ آپ کربلا میں کمسن بچی تھیں خواہ منکوحہ ہوں یا غیر منکوحہ۔

صاحب رسالہ عزیزم محمد صابر اسماعیلی المعروف عبد مصطفی ایک دیندار متصلب سنی حنفی بریلوی خادم دین ومذہب، متحرک فعال، حسن اخلاق کا حامل فرد فرید نوجوانان اہل سنت ہیں، دینی خدمات میں پیش رفت اور کوشاں رہتے ہیں، مطالعہ وسیع اور معاملہ فہم ہیں، کتب بینی ان کا محبوب مشغلہ ہے، کثرت مطالعہ کی وجہ کر واقعات وحالات پر نظر عمیق رکھتے ہیں۔ زیر نظر رسالہ چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ کم وبیش ڈھائی سالوں کی کدوکاوش اور عرق ریزی کا ثمرہ ہے اگرچہ میدان تحقیق میں ابھی یہ طفل مکتب ہیں، غیر عالم ہوتے ہوئے بھی یہ رسالہ ان کی ایک نایاب کوشش ہے جو ہم جیسوں کو دعوت فکر وعمل دے رہا ہے۔ اللھم زدفزد

انھوں نے سچ کو جھوٹ سے اور صحیح روایات کو موضوع روایات سے منزہ و مصفی کر کے عصر حاضر کے خطبا کو آئینہ دکھانے کی اچھی کوشش کی ہے۔
دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل مزید زور قلم و قرطاس عطا کرے، پنجتن پاک کے صدقے میں اللہ تعالی رسالۂ ھذا کو مفید عام وخاص کر ان کے لیے توشۂ آخرت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

العبد الحقیر محمد محبوب عالم مصباحی
ناظم اعلی فیضان رسول پلاول ہزاری باغ وبانی وناظم جامعہ فاطمہ للبنات
رگھونیہڈیہ کوڈرما (جھارکھنڈ)
+919934336783
+917979860071

تقریظ
مفتی محمد مصلح الدین صدیقی حفظہ اللّٰہ تعالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

رسالہ فہامہ بنام "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کر پایا، ہاں بیشتر جگہوں سے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا؛
محترم المقام، لائق صد احترام، محمد صابر اسمعیلی قادری رضوی المعروف عبد مصطفی (ہزاری باغ، جھاڑ کھنڈ) نے بڑے سلیس انداز، عام فہم زبان اور ہر کس وناکس کا خیال کرتے ہوئے رسالہ مستفادہ کو ترتیب دینے میں سعی جمیل کی ہے۔ اس کے ذریعے مسلمان داستان کرب وبلا کے بارے معلومات صحیحہ حاصل کریں گے اور افراط و تفریط سے بچیں گے، فقیر برکاتی مولی تبارک وتعالی کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اللہ پاک عبد مصطفی، صابر اسماعیلی قادری کو گویائی زبان کے ساتھ زور فکر و قلم عطا کرے اور زیادہ۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ اجمعین

سگ بارگاہ جیش ملت
مفتی محمد مصلح الدین صدیقی برکاتی
(بانی و مہتمم دار العلوم نوریہ برکاتیہ جیش العلوم بیراجے نگر مدھوبنی، بہار الہند)

موبائل:

919572005786

917301957786

تقریظ
مفتی محمد گلریز مصباحی حفظہ اللّٰہ تعالی

اسلامی سال کا آغاز ماہ محرم الحرام سے ہوتا ہے، یہ وہ عظیم اسلامی مہینہ ہے جو ہر سال ہمارے سامنے امام حسین اور آپ کے رفقا کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اپنے نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت وصیانت کے لیے کربلا کے میدان میں باطل کے مقابل اپنا سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ آپ خود بھی شہید ہو گئے لیکن فاسق وفاجر کی بیعت قبول نہیں کی۔

اس واقعہ کو آج سے تقریباً چودہ سو سال گزر گئے لیکن امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کا نام آج بھی زندہ ہے۔

ہر سال عاشقان امام حسین اس مبارک مہینے میں آپ کے نام کی محفلیں سجاتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں، جگہ جگہ آپ کے نام پر سبیل لگائی جاتی ہے۔

لیکن خوشی کے ساتھ افسوس کا مقام یہ ہے کہ جہاں آپ کی تعریف میں کربلا کے واقعات انوکھے انداز میں پیش کیے جاتے ہیں کہ سامعین کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، وہیں دوسری طرف کچھ مقررین ایسے واقعات بھی بیان کر جاتے ہیں جن کا تاریخ اور حقیقت سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شیعہ سن لے تو ماتم کرنے لگے جو صرف جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتے ہیں، لہذا ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب تیار کی جائے جس میں اس طرح کے تمام فرضی واقعات آسانی سے مل جائیں، اور آپ کی ذات سے متعلق مستند اور سچے واقعات ہی پیش ہوں۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے محب گرامی محمد صابر اسمٰعیلی قادری رضوی المعروف عبد مصطفی نے ایک رسالہ بنام "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" بڑی محنت سے تیار فرمایا، پورے رسالے کا مطالعہ تو نہ کر سکا لیکن بعض مقامات سے پڑھنے کا موقع ملا تو کافی بہتر پایا امید ہے باقی بھی بہتر ہو گا۔

اس کے کچھ عناوین اس طرح ہیں:

1- فاطمہ صغریٰ کا جھوٹا واقعہ

2- امام حسن کو زہر کس نے دیا؟

3- جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا
4- امام زین العابدین اور حضرت عبد اللہ ابن مبارک کی ملاقات کا جھوٹا واقعہ
5- میدان کربلا میں شادی
6- پانی بند ہونے کے بارے میں افراط و تفریط
ماشاء اللہ موصوف نے دیکھے ہوئے مقامات پر اچھی بحث کی ہے۔ کتاب کی زبان اردو ہے اور بہت سادہ اور عام فہم زبان میں تمام لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے تیار کی ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائے اور زبان و قلم میں مزید ترقی عطا فرمائے
موصوف جہاں لکھنے کی طرف راغب ہیں، وہیں دوسرے رفاہی کام بھی بڑی خوش دلی سے انجام دیتے ہیں، اللہ موصوف کی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور دین کا کام کرنے کا مزید جذبہ عطا فرمائے۔

دعا گو
محمد گلریز رضا مصباحی، مدناپوری، بہیڑی، بریلی شریف یوپی (ہند)
خادم جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور مہاراشٹر
(918057889427) 13/8/2020

تقریظ
مولانا حسن نوری گونڈوی

پیش نظر رسالہ "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" ان موضوع و من گھڑت روایات کا علمی تجزیہ ہے جسے عرصہ دراز سے مقررین وواعظین نے خواہ شعوری لاشعوری طور پر روافض کی کتب سے لیا حتی کہ بعض علماے اہل سنت نے بلا تحقیق اپنی کتابوں میں ان واقعات کو تحریر کیا! ضرورت تھی کہ ایسے تمام واقعات کا علمی تجزیہ کیا جائے جو عوام اہل سنت میں مشہور ہیں یا معاون رفض و خروج اور ساتھ ہی ایسی کتابوں کی نشان دہی بھی کی جائے جس سے عوام وخواص کا بچنا اور بچانا ضروری ہے۔

رسالہ گرچہ مختصر ہے پھر بھی عوام میں مشہور پندرہ سے زائد من گھڑت واقعات (ان میں کچھ واقعات سے الگ بھی ہیں) کا انتہائی آسان الفاظ میں علمی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جسے میرے دیرینہ دوست محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی

(معروف عبد مصطفی) بھائی نے تالیف کیا ہے، دعا ہے کہ رب العزت تمام مومنین مسلمین کو اس سے نفع تام حاصل کرنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے، آمین۔

حسن نوری گونڈوی
خطیب و امام نورانی مسجد، بیگم باغ کالونی، اوجین

تقریظ
مولانا محمد رابع القادری حفظہ اللہ تعالی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

یہ رسالہ "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" جس میں عزیز القدر ایوان، محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی المعروف عبد مصطفی نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے اور ایک عظیم مجاہدہ کیا جو کہ وقت حاضر کا تقاضا بھی تھا۔

موصوف نے یہ رسالہ تصنیف کر کے عوام اہل سنت پر بڑا احسان کیا ہے۔ (میں عبد مصطفی کہتا ہوں کہ یہ بس خدمت ہے)

بہت بڑی امید ہے کہ یہ رسالہ بڑا مفید ثابت ہو گا اور بہت سے مسلمان اس کی وجہ سے من گھڑت واقعات سے بچ جائیں گے۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مولی موصوف کے علم و تحقیق میں بے پناہ برکتیں عطافرمائے اور مزید دین کی خدمت کا حوصلہ عطافرمائے۔

فقط والسلام

مولانا محمد رابع القادری

جامعہ اہل سنت رابعہ بصریہ نسواں کالج، مقام ہتیرہ شوکالاجوت، سدھارتھ نگر، اترپردیش

تقریظ
حافظ محمد ثمیر الدین مصباحی حفظہ اللّٰہ تعالی

حامدا و مصلیا

دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بہت پرانا ہے، انبیاے کرام سے لے کر صحابۂ کرام، تابعین عظام علیھم الرضوان وعلماے اسلام نے اس فریضے کو بہت عمدہ طریقے سے انجام دیا ہے جس کے نتیجے میں آج ہر چہار جانب کائنات عالم میں اسلام کا بول بالا نظر آرہا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے ذرائع مختلف ہیں، تقریر کے ذریعے جہاں دعوت و تبلیغ کا کام کیا جاتا ہے تو وہیں تحریر سے بھی عوام کی رہنمائی کی جاتی ہے کہ کون سی باتیں اسلام میں درست ہیں اور کون سی جائز و ناجائز بلکہ تقریر کے لیے بھی پہلے ہمارے علماے کرام کتابوں سے استفادہ کر چکے ہوتے ہیں یا بولنے سے پہلے تبھی وہ عوام و خواص کے درمیان کچھ بولتے ہیں۔ اس لیے کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

آج معاشرے میں بے شمار برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کا سدباب ضروری ہے۔ بالخصوص تہواروں میں فضول خرچی جیسی وبا زیادہ پھیل رہی ہے اور محرم الحرام میں تو ایک عرصے سے غلط رسومات ادا کیے جارہے ہیں جن کا کسی بھی طرح اسلام سے کوئی تعلق نہیں مثلاً ڈھول تاشہ، تعزیہ داری، بناوٹی کربلا، امام باڑہ، پیک وغیرہ اور لغو وضعیف واقعات نے تو کربلا کے تقدس کو غلط رخ دے دیا ہے جیسے حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ، حضرت سکینہ اور گھوڑا کا واقعہ اور اس طرح کے بہت سے غلط واقعات آج بیان کیے جارہے ہیں!

بہت سارے واقعات تو شیعوں نے گھڑے ہیں اور بہت سارے لوگ بغیر تحقیق کے کسی بھی مصنف کی کتابیں پڑھ کر بول دیتے ہیں جب کہ ان مصنفین کا تعلق اہل سنت سے نہیں ہے، اس لیے کتابوں کے مطالعے سے پہلے مصنفین کے بارے میں معلومات حاصل کرنا نہایت ضروری ہے بلکہ غیروں کی تحریر پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے علمائے کرام کی کتابیں پڑھیں۔

محمد صابر اسماعیلی قاری رضوی المعروف عبد مصطفی، ہزاری باغ (جھارکھنڈ) نے رسالہ فہمامہ بنام "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" مرتب کیا جس میں محرم

الحرام میں پائی جانے والی غلط رسومات کی نشاندہی اور اس کی اصلاح کی اچھی کوشش کی ہے۔

عزیز موصوف محنتی، مثبت اور تعمیری فکر رکھنے والے ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں ان کا یہ تحریری کام ہے، اسے پڑھیں اور اسے دوسروں تک پہنچائیں، تاکہ اصلاح معاشرہ کا کام ہو سکے اور محرم الحرام میں پائے جانے والے غلط رسومات کا سدباب ہو سکے۔

اللہ تعالی انھیں جزائے خیر سے نوازے اور ان کے علم و عمل اور عمر و اقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، آمین۔

حافظ محمد ثمیر الدین مصباحی

ہزاری باغ (جھارکھنڈ)

تقریظ
مولانا محمد ارشد رضا نعیمی قادری حفظہ اللّٰہ تعالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

محب گرامی و قار، لائق صد احترام، جناب محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی المعروف "عبد مصطفی" کا رسالہ بنام "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" کا از اول تا آخر بغور مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

الحمدللہ مطالعہ کرنے کے بعد دل باغ باغ ہو گیا چوں کہ موصوف نے اپنے رسالہ ہٰذا میں اہل سنت و جماعت کے جید اکابرین، علما و فضلا کے معتبر کتب سے ان کے اقوال نقل کر کے عوام اہل سنت کے لیے نہایت ہی سلیس زبان میں پیش فرمایا ہے جو کہ وقت کی ضرورت بھی تھی کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں واقعات کربلا کا تحقیق جائزہ لیا گیا ہو۔

اللہ رب العزت جل جلالہ و عم نوالہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولی تعالی اس رسالے کو عوام و خواص کے لیے نفع بخش بنائے۔
نیز موصوف کے لیے اس گراں قدر سرمایے کو ذریعۂ نجات بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم

مولانا محمد ارشد رضا قادری نعیمی
دار العلوم حضرت رحیم اللہ شاہ قادری
نلور، کرناٹک

تقریظ
مولانا احمد حسین نازاں حفظہ اللّٰہ تعالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہو سکے تولائیے دونوں جہاں میزان میں
میں نے اک سجدہ زمین کربلا سے لے لیا

اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں کہ آج مذہب اسلام جو آفاق عالم میں چھا گیا اور اغیار کو بھی ایک نظر اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ نہ جانے کتنے سرفروشان اسلام نے اسلام کی عظمت ورفعت کی لیے کتنی قربانیاں دیں ہیں۔ انھیں شہدائے اسلام کے خون سے اسلام کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہیں، انھیں شہدائے اسلام کا خون مہہ جبینان فلک کے چہروں کا غبارہ بنے ہوئے

ہیں۔ کل اگر انھوں نے یہ قربانیاں نہ دیں ہوتیں تو شاید اسلام کا اتنا بارونق چہرہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہ ہوتا۔

دسویں محرم الحرام کی اہمیت و فضیلت واقعۂ کربلا کے پہلے بھی تھی، دسویں محرم الحرام کی فضیلت سے تاریخ کے پنے بھرے ہوئے ہیں جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ مگر اس سب کے باوجود آلِ رسول، جگر گوشۂ بتول، شہزادۂ گلگوں قبا، شیر نیستان نینوا، امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور رفقائے کربلا کی شہادت ان تمام فضیلتوں پر ایسی برتری حاصل کر گئی کہ تمام فضیلت و اہمیت کے باوجود دسویں محرم الحرام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے نام سے مشہور و معروف ہو گئی اور یہ ہونا بھی تھا کہ

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اس میں ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ تاریخ عالم میں سانحہ کربلا ایک ایسا عظیم سانحہ واقع ہوا ہے جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی بالخصوص قوم

مسلم اس تاریخ کو اگر بھلا دیتی ہے تو اپنے وجود کو بھلا دے گی یہی سانحہ کربلا ہے جو ہمارے اندر ایک تحریک پیدا کرتا ہے کہ اسلام کی حقانیت وصداقت کے لیے جان دینا ہمارے اجداد کی طرز حیات رہی ہے۔
مگر افسوس کے ساتھ تحریر کرنا پڑتا ہے کہ عصرِ حاضر کے لاعلم خطباو مقررین جن کا سارازور خطابت اپنی واہ واہی اور شان خطابت دکھانے کے لیے ہوتا ہے سانحۂ کربلا کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور غیر معروف واقعات کے ساتھ ساتھ موضوع روایت کا بھی الحاق کرنے میں پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ ایسے واقعات جن کا کربلا سے کبھی کوئی واسطہ ہی نہیں رہاہے کبھی کبھی تو ایسے واقعات بیان کر جاتے ہیں جن سے حضرت امام عالی مقام کی فضیلت کے بجائے یزید پلید کی پاکدامنی ثابت ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالی ایسے غلط واقعات کو سننے اور سنانے سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے محفوظ فرمائے آمین۔

صاحب مضمون نگار محمد صابر اسماعیلی قادری المعروف "عبد مصطفیٰ" صاحب نے بڑا حوصلہ مندانہ قدم اٹھایا اور ان غلط واقعات سے بعض کی نشاندہی فرمائی۔

"چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" تحریر کر کے اُنھوں نے ایک بڑا کارنامہ کیا ہے۔ عوام الناس کے ذہن و فکر کو اس سمت مبذول کیا ہے اور اکابرینِ اہلسنت و جماعت کے تحریرات سے اپنے موقف کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور کربلا کے تعلق سے اکابرین اہلسنت و جماعت کے اصح نظریات کو سامنے رکھا ہے۔ ان کے اس عمل کو قبول عام سے شرف یاب فرمائے اور مزید ایسے کام کے لیے توفیق ارزانی عطا فرمائے آمین۔

موصوف کا یہ تحریر یقیناً قابل تعریف ہے اور ایک حوصلہ مندانہ قدم ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

فقیر احمد حسین نازاں غفرلہ
بانی و سربراہِ اعلیٰ: مدرسہ شمس العلوم، شوہر (بہار)
E-mail : mah.nazan@yahoo.com
Mob No.: +918789396326

تاثر
جناب محمد حسان رضا راعینی

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو صدیاں گزر گئیں لیکن جب محرم الحرام شریف کا مہینہ آتا ہے تو مسلمانوں کو نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ہو بھی کیوں نہ کہ امام نے اپنے خون سے اسلام کو جو سینچا ہے اور اسے نئی زندگی عطا کی ہے۔

اس مہینے میں سنی حضرات اپنے گھروں میں نیاز و فاتحہ کا اہتمام کرتے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تعلق سے جلسوں، کانفرنسوں کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ خطباو مقررین حضرات آپ کی شہادت کو بیان کرتے ہیں۔ شہادت اور اس سے متعلق چیزوں کو بیان کرتے ہوئے خطبہ و مقررین حضرات کچھ ایسے واقعات بھی بیان کر دیتے ہیں جن کے حوالہ جات اہل سنت کی کتب معتبرہ میں نہیں ملتے، بلکہ ان واقعات کے ماخذ اکثر و بیشتر روافض کی چند کتب سے ملتے

ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کی نہ تو بیان کرنے والے کو خبر ہے اور نہ ہی سامعین کو۔

میں مشکور ہوں "عبد مصطفی ٹیم" اور بالخصوص "محمد صابر اسماعیلی قادری صاحب" کا جنھوں نے اس مسئلہ پر تحقیقی کام کیا اور جو واقعہ کربلا کے تعلق سے من گھڑت روایات تھیں ان کی نشان دہی فرمائی۔ اور ایک کتاب ترتیب دی جسکا نام "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" رکھا۔

اللہ سے دعا ہے کہ مولی تعالی اس کتاب کو اہل سنت کے لیے نفع بخش بنانے اور خطبہ و مقررین حضرات کو اس کتاب کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا رضاعینی
متعلم جامعہ تحسینیہ ضیاء العلوم بریلی شریف
خادم: تحریک نظام مصطفی ﷺ

تاثر
دخترملت، جناب غزل صاحبہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

مذہب اسلام کی حقانیت کو سمجھنے کے لیے قرآن وسنت کی روشنی کے ساتھ ساتھ تاریخی واقعات بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں مگر کسی بھی مقام پر ایک غلط بات یا روایت کو جب شامل کیا جاتا ہے تو وہ لوگوں میں فتنوں کا سبب بن جاتی ہے لیکن ابھی حالات ایسے ہیں کہ غلط روایات کا بازار گرم ہے! مگر حق تو حق ہوتا ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا۔

اسی طرح واقعۂ کربلا سے متعلق جھوٹے واقعات نے عوام میں اسلامی تاریخ کا ایک الگ ہی رنگ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہاں ہمیں جذبات سے نہیں بلکہ حقائق اور صحیح روایات کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

ان نازک حالات سے گزر رہے دور میں ایک طویل عرصے سے محض مشہور ہونے کی بنیاد پر جن باتوں کو بیان کیا جاتا رہاہے، اس وقت میں جناب صد احترام، محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی المعروف عبد مصطفی جو کہ ہزاری باغ جھاڑ کھنڈ سے ہیں، نے بڑے سلیس انداز، عام فہم زبان میں بڑی ہی جد وجہد لگن و محنت اور عمدہ تحقیق و جستجو کے ساتھ رسالہ "چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ" کو مرتب کیاہے جس میں موصوف نے سچ کو مبسوط و مربوط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اہل بیت کی حقیقی محبت یہی ہے ان پاک ہستیوں کی طرف منسوب جھوٹے واقعات کا رد کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ موصوف نے کوشش کی ہے کہ شیعوں کی طرح نوحہ خوانی کو فروغ دینے والی باتوں سے عوام کو بچایا جائے۔ اس کا مطالعہ ان مقررین کے لیے خاص مفید ہے جو ہمیشہ کچھ نیا ہونا چاہیے کہ چکر میں جو پاتے ہیں بیان کر دیا کرتے ہیں۔

عوام کو حق بتانا ہمارا فریضہ ہے تاکہ ان کے سامنے حقیقی تصویر کو پیش کیا جا سکے۔

حق بیانی سے دوسروں کو دین وسنیت پر انگلیاں اٹھانے کا موقع کم میسر ہو گا۔

حقائق کو سامنے رکھنے سے آنے والی نسلیں بھی حقیقت دیکھیں گی۔
موصوف کے جذبے کو سلام اور دعا ہے کہ اللہ ان کے خلوص و کوششوں کو قبول فرمائے اور انھیں مزید خدمت دین کی توفیق بخشے۔
آمین ثم آمین

دختر ملت، جناب غزل صاحبہ
(رکن عبد مصطفی آفیشل)

(1)فاطمہ صغریٰ کا جھوٹا قصہ

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا)واقعہ کیا ہے؟

(ب)اس واقعہ کو لکھنے والوں کی محنت

(ت)اس قصے کی حقیقت حضرت علامہ عبد السلام قادری کے قلم سے

(ث)تحقیق کی کسوٹی

(ج)خلاصہ

(ا)واقعہ کیا ہے؟

واقعۂ کربلا کے حوالے سے جو جھوٹے واقعات بیان کیے جاتے ہیں ان میں حضرت فاطمہ صغریٰ کا قصہ بھی شامل ہے۔ یہ کچھ اس طرح ہے کہ جب امام حسین مدینہ سے روانہ ہوئے تو اپنی بیٹی کو یعنی حضرت فاطمہ صغریٰ کو اکیلا چھوڑ دیا اور مکۂ مکرمہ پھر وہاں سے کربلا تشریف لے گئے۔ اِدھر حضرت فاطمہ صغریٰ مدینے میں تنہا اور بیماری میں مبتلا تھیں اور اپنے بابا کے انتظار میں روتی رہتی

تھیں۔ پھر اس قصے کو دردناک بنانے کے لیے کچھ لکھنے والوں نے کافی محنت کی اور اس انداز سے لکھا کہ پڑھنے اور سننے والے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکیں۔

(ب) اس واقعے کو لکھنے والوں کی محنت:

ویسے تو اس واقعے کو کئی لوگوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے لیکن ہم یہاں صرف دو کتابوں کا ذکر کریں گے۔

خاک کربلا اور شہید ابن شہید نامی کتاب میں یہ واقعہ جس ڈھنگ سے لکھا گیا ہے، اگر اسے جوں کا توں محافل میں بیان کر دیا جائے تو لوگ بناماتم کیے نہیں اٹھیں گے اور اگر کسی پیشہ ور مقرر نے تھوڑا سا اور نمک مرچ لگا کر بیان کیا تو اندیشہ ہے کہ لوگ اپنے کپڑے چاک کر لیں۔

ان کتابوں میں صرف ایک یہی واقعہ نہیں بلکہ دوسرے واقعات کو بھی اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ جسے پڑھ کر لوگ خوب روئیں۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ صغریٰ کے اس قصے کی حقیقت کیا ہے؟

(ت)اس قصے کی حقیقت حضرت علامہ عبد السلام قادری کے قلم سے:

واقعۂ کربلا پر لکھی جانے والی مشہور کتب میں سے ایک "شہادت نواسۂ سید الابرار" ہے۔ صاحب کتاب، حضرت علامہ عبد السلام قادری نے اس میں ایک عنوان لکھا ہے "واقعۂ سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت حسین۔ تحقیق کی کسوٹی پر" اور اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ امام حسین کی دو شہزادیوں میں سے ایک حضرت سکینہ اور دوسری حضرت فاطمہ صغریٰ ہیں۔ دوسری شہزادی کے متعلق جو قصہ مشہور کیا گیا ہے وہ عربی کی معتبر کتب تواریخ وغیرہ میں کہیں نہیں ہے اور اردو میں لکھی گئی معتبر کتابوں میں بھی اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اگر اس واقعے کو تحقیق کی کسوٹی پر رکھا جائے تو بالکل بے اصل ہے۔

حضرت فاطمہ صغریٰ کی شادی امام حسن کے بیٹے حضرت حسن مثنٰی سے ہو چکی تھی اور امام حسین کی روانگی کے وقت آپ اپنے شوہر کے گھر میں مدینۂ طیبہ میں موجود تھیں۔

(ملخصاً وملتقطاً: شہادت نواسۂ سید الابرار، ص357)

(ث) تحقیق کی کسوٹی:

اس میں یہ تو صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ صغریٰ کا قصہ جو مشہور ہے وہ جھوٹ اور من گھڑت ہے لیکن یہ بات تحقیق کی کسوٹی پر کھری نہیں اترتی کہ حضرت فاطمہ صغریٰ اپنے شوہر کے ساتھ مدینۂ طیبہ میں موجود تھیں۔ درست تحقیق یہ ہے کہ حضرت فاطمہ صغریٰ میدان کربلا میں موجود تھیں چناں چہ شیخ الحدیث، حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ صغریٰ میدان کربلا میں موجود تھیں اور سنی و شیعہ، دونوں کی کتب سے یہ ثابت ہے۔

شیعہ مصنف ہاشم خراسانی نے لکھا ہے کہ امام حسین نے اپنی شہادت کے وقت وصیت نامہ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ صغریٰ کو عطا فرمایا۔

(منتخب التواریخ، باب و فصل پنجم، ص243، مطبوعہ تہران)

ایک اور شیعہ محمد تقی لسان نے لکھا ہے کہ (جب اہل بیت کا قافلہ یزید کے پاس پہنچا تو) ایک شامی اٹھا اور یزید کی طرف منہ کر کے کہنے لگا: اے امیر المومنین!

یہ لڑکی مجھے عنایت کر دو؛ وہ فاطمہ بنت حسین کو مانگ رہا تھا۔ جب سیدہ فاطمہ نے یہ سنا تو ان پر کپکپی طاری ہو گئی اور اپنی پھوپی سیدہ زینب کا دامن تھام لیا۔

(ناسخ التواریخ، ج3، ص141، مطبوعہ تہران جدید)

مشہور شیعہ محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ یزید کے سامنے حضرت فاطمہ صغریٰ نے کہا کہ اے یزید! کیا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بیٹیاں قیدی بنائی جائیں گی؟ پس (یہ سن کر) لوگ بھی رو پڑے اور گھر والے بھی رو پڑے۔

(بحار الانوار، ج11، ص250، مطبوعہ ایران قدیم)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب مستورات اہل بیت یزید کے دربار میں آئیں تو فاطمہ بنت حسین (جو سکینہ سے بڑی تھیں) نے کہا اے یزید! رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بیٹیاں قیدی؟ یزید کہنے لگا کہ اے بھتیجی میں بھی اسے پسند نہیں کرتا ہوں۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج8، ص196، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ پھر امام حسین کے خاندان کی عورتیں اندر آئیں اور امام کا سر ان کے سامنے تھا تو سیدہ فاطمہ اور سکینہ بنت حسین آگے بڑھنے لگیں تاکہ سر کو دیکھ سکیں۔ فاطمہ بنت حسین جو سکینہ سے بڑی تھیں، انھوں نے کہا کہ اے یزید! رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں قیدی؟ کہنے لگا اے بھتیجی میں بھی اسے ناپسند سمجھتا ہوں پھر ایک شامی مرد کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ فاطمہ مجھے دے دو۔

(کامل ابن اثیر، ج4، ص85، 86، مطبوعہ بیروت)

(ج) خلاصہ:

کتب اہل سنت و اہل تشیع سے ثابت ہے کہ امام حسین کی بیٹی حضرت فاطمہ صغریٰ میدان کربلا میں موجود تھیں۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان کی طرف منسوب قصہ بے اصل ہے۔ فاطمہ صغری کے قاصد اور خطوط وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(2)امام حسن کوزہر کس نے دیا؟

واقعۂ کربلا کا تعلق امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بھائی ہیں اور جب واقعۂ کربلا بیان کیا جاتا ہے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عنوان کو یہاں شامل کیا گیا ہے۔

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا)اس سلسلے میں جو مشہور ہے

(ب)جعدہ بنت اشعث کی طرف نسبت کرنے والے حضرات

(ت)اس کارد کرنے والے حضرات

(ا)اس سلسلے میں جو مشہور ہے:

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور مشہور ہے کہ زہر دینے والی آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث تھیں۔

بعض علمانے بھی زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف کی ہے لیکن بعض علمانے اس کو ناقابل قبول اور حقیقت کے خلاف بتایا ہے۔
سب سے پہلے ہم ان علما میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے زہر دینے کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف کی ہے۔

(ب) جعدہ بنت اشعث کی طرف نسبت کرنے والے حضرات:

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

(سر الشہادتین، ص14،25)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

(تاریخ الخلفاء،192)

امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ

(الصواعق المحرقہ، ص141)

علامہ حسن رضا خان بریلوی رحمہ اللہ

(آئینۂ قیامت، ص21)

اور مفتی اعظم ہند، علامہ مصطفی رضا خان رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔
(فتاوی مفتی اعظم ہند، ج5، ص306 تا310)

(ت) اس کا رد کرنے والے حضرات:

اب ان علما کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں جن کا موقف اس کے خلاف ہے۔

حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف کی ہے لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر دلیل کسی مسلمان پر قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

تاریخیں بتاتی ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بھائی سے زہر دینے والے کے متعلق دریافت کیا اور اس سے ظاہر ہے کہ امام حسین کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ امام حسن نے بھی کسی کا نام نہیں لیا تو اب ان کی بیوی کو قاتل معین کرنے والا کون ہے!

(دیکھیے: سوانح کربلا، ص101، 102، ملخصًا)

فقیہ ملت، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی،
شیخ الحدیث، حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی،
حکیم الامت، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی،
حضرت علامہ محمد شبیر کوٹلی،
حضرت علامہ عبد السلام قادری،
حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری اور حضرت علامہ قاری محمد امین القادری رحمھم اللہ نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔

(دیکھیے: فتاوی فقیہ ملت، ج2، ص406، 407،
خطبات محرم، ص279، 280،
حقانی تقریریں، ص226،
حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، ص69،
شہادت نواسۂ سید الابرار، ص288،

تاریخ کربلا، ص195 تا197،
کربل کی ہے یاد آئی، ص89-90)

ان تمام حضرات کے اقوال سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام حسن کی بیوی پر قتل کی نسبت سے احتیاط برتا جائے۔

(3) جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا

واقعۂ کربلا بیان کرتے ہوئے جب یزید کی بات آتی ہے تو اس واقعے کو بھی بیان کیا جاتا ہے لہذا اسے بھی یہاں شامل کیا گیا ہے۔
اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:
(ا) مشہور واقعہ
(ب) شارح بخاری، علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ کا جواب
(ت) بحر العلوم، حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمہ اللہ کا جواب
(ث) فقیہ ملت، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ کا جواب

(ا) مشہور واقعہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں کسی جاہل نے یہ جھوٹی روایت گھڑی ہے کہ ایک مرتبہ آپ یزید کو اپنے کندھے پر بٹھائے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا سوار ہے۔

(ب) شارح بخاری، علامہ شریف الحق امجدی کا جواب:

اس روایت کے متعلق حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ حضور کی حیات ظاہری میں یزید پیدا ہی نہیں ہوا تھا بلکہ حضور کے وصال کے پندرہ یا سولہ یا سترہ سال کے بعد پیدا ہوا۔ یزید کی پیدائش 25ھ یا 26ھ یا 27ھ میں ہوئی ہے، روایتیں مختلف ہیں۔ جس نے یہ روایت بیان کی اس نے حضور ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔ بخاری وغیرہ تمام کتب میں یہ حدیث ہے جو چالیس پچاس صحابہ سے مروی ہے:

مَن كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ البُخَارِيّ

جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ (مشکوٰۃ، ص53)

(فتاوی شارح بخاری، ج2، ص34، ملخصًا)

(ت) بحر العلوم، حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی کا جواب:

بحر العلوم، حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ بچپن میں ہم نے جاہلوں کی زبانی سنا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ یزید کو اپنے کندھے پر...... الخ۔ یہ بات اس طرح جھوٹ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے 10ھ میں پردہ فرمایا اور یزید کی پیدائش 26ھ میں ہوئی تو جو شخص حضور کے پردہ فرمانے کے سولہ سال بعد پیدا ہوا اس کو حضور ﷺ نے کب حضرت امیر معاویہ کے کندھے پر دیکھا اور کب اس کو جہنمی بتایا۔

(فتاوی بحر العلوم، ج6، ص340)

(ث)فقیہ ملت، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی کا جواب:

فقیہ ملت، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو اپنی دو کتابوں میں باطل قرار دیا ہے۔

(انظر: خطبات محرم، ص305۔
وسیرت سیدنا امیر معاویہ، ص17،18)

ایسی روایت بنانے والوں کو ماننا پڑے گا، کیا عقل پائی ہے۔ کسی کو بھی کسی سے ملا دیتے ہیں، اِنھیں حیات اور وفات سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ وہ لوگ بھی قابل ذکر ہیں جو ایسی روایات کو دھڑلے سے بیان کرتے ہیں۔

(4)امام زین العابدین اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی ملاقات کا جھوٹا قصہ

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) اس واقعے کی پہلے والے سے مناسبت

(ب) واقعہ

(ت) اس کی تحقیق

(ث) ایسے واقعات گھڑنے کا مقصد، ملا کاشفی اور روضۃ الشہداء

(ا) اس واقعے کی پہلے والے سے مناسبت:

یہ واقعہ ہم نے ملا حسین واعظ کاشفی کی "روضۃ الشہداء" نامی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ بھی اُس واقعے سے کم نہیں ہے جو ہم نے حضرت امیر معاویہ کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں نقل کیا ہے۔

(ب)واقعہ:

روضۃ الشھداء مترجم کی دوسری جلد میں عنوان "غم اہل بیت کی ایک تصویر" کے تحت یہ قصہ درج ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حرم کی حاضری کے لیے اکیلا ہی صحر اسے گزر رہا تھا کہ اچانک میں نے بارہ تیرہ سال کے ایک شہزادے کو دیکھا کہ وہ تنہا چلا جارہا ہے۔ اس شہزادے کے گیسو سیاہ اور چہرہ چاند کی طرح تھا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! اس صحرا میں یہ کون شخص ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا تو انھوں نے جواب عطا فرمایا۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟

فرمایا: میں عبد اللہ یعنی خدا کا بندہ ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟

فرمایا: من اللہ یعنی اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کو کہاں جانا ہے؟

فرمایا: الی اللہ یعنی خدا کی طرف جانا ہے۔

میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

فرمایا: اللہ تعالی کی خوشنودی چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کا زادراہ اور سواری کہاں ہیں؟

فرمایا: میرا زادراہ توشۂ تقوی ہے اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں۔

میں نے کہا: یہ خونخوار بیابان ہے اور آپ چھوٹی عمر کے ہیں، آپ کیا کریں گے؟

فرمایا: تو نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو کسی کی زیارت کی طرف متوجہ ہو اور وہ شخص اسے بے بہرہ اور محروم کر دے؟

میں نے کہا: اگرچہ آپ کی عمر چھوٹی ہے مگر بات بہت بڑی کی ہے۔ آپ کا نام کیا ہے؟

فرمایا: اے ابن مبارک! مصیبت زدگانِ رُوزگار کا کیا پوچھتے ہو اور ان کے نام سے کیا تلاش کرو گے؟

میں نے کہا: اگر آپ نام نہیں بتانا چاہتے تو خدا کے لیے یہی بتا دیں کہ آپ کس قوم اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟

انھوں نے دل پر درد سے آہ سرد کھینچی اور فرمایا: ہم مظلوم قوم سے ہیں، ہم بے وطن اور غریب الدیار قوم سے ہیں اور ہم اس قوم سے ہیں جس پر قہر و غضب توڑا گیا ہے۔

میں نے کہا: میں کچھ نہیں جان سکا، آپ اپنے بیان میں اضافہ فرمائیے۔

انھوں نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ ہے:

ہم آنے والوں کو حوض کوثر سے پانی پلانے والے ہیں اور نجات پانے والا شخص ہمارے وسیلے کے بغیر مراد کو نہیں پہنچے گا۔ جو شخص ہم سے دوستی رکھے گا ہرگز بے بہرہ نہیں رہے گا اور جو ہمارا حق غصب کرے گا قیامت کے دن ہمارے لیے اور اس کے لیے محکمہ جزا کی وعدہ گاہ ہوگی۔

انھوں نے یہ بات کی اور میری نگاہوں سے غائب ہوگئے۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن نہ جان سکا کہ وہ کون تھے۔ جب میں مکہ پہنچا تو ایک دن طواف میں لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جس نے ایک شخص کو حلقے میں لے رکھا تھا اور بہت سے لوگ اس کے قدموں میں کھڑے تھے۔ میں جب سامنے گیا تو دیکھا کہ یہ وہی شہزادے ہیں جن سے میری ملاقات صحرا میں ہوئی تھی۔ لوگ ان کے ارد

گرد جمع ہو کر حلال و حرام کے مسائل پوچھ رہے تھے اور وہ فصیح زبان میں سب کو جواب دے رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟

لوگوں نے کہا: افسوس کہ تو انھیں نہیں جانتا! یہ علی بن حسین، امام زین العابدین ہیں۔ یہ سن کر عبد اللہ بن مبارک نے آگے بڑھ کر امام کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہا: اے رسول اللہ کے بیٹے! آپ نے مظلوم اہل بیت کے بارے میں جو فرمایا وہ درست ہے۔ اس امت میں کسی جماعت کو وہ مصیبت نہیں پہنچی جو اہل بیت کو پہنچی ہے۔

(روضۃ الشھداء اردو، ج2، ص64تا68)

(ت)اس کی تحقیق:

قصہ آپ نے پڑھ لیا، اب ذرا دیکھیں کہ اس میں کیا مزے دار ہے۔ امام زین العابدین کی ولادت 38ھ میں ہوئی اور وصال 95ھ میں ہوا اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کی پیدائش 118ھ میں اور انتقال 181ھ میں ہوا۔ اب حساب لگایا جائے تو امام زین العابدین کی وفات کے 23 سال بعد حضرت عبد اللہ

بن مبارک کی پیدائش ہوتی ہے اور جب امام زین العابدین کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی تو اس وقت ابھی عبداللہ بن مبارک کی پیدائش کو 68 سال پڑے تھے۔ اس قصے میں امام زین العابدین کی ملاقات ایک ایسے شخص سے زبردستی کروائی جارہی ہے جو 68 سال کے بعد پیدا ہوگا! مزے دار ہے یا نہیں؟

(انظر: میزان الکتب، علامہ محمد علی نقشبندی، ص 221 تا 230)

(ث) ایسے واقعات گھڑنے کا مقصد، ملا کاشفی اور روضۃ الشہداء:

یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات گھڑے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو سنا کر انھیں رونے دھونے پر مجبور کیا جائے اور اہل بیت پر ہوئے مظالم کو یاد کر کے لوگ ماتم کریں۔

ملا حسین واعظ کاشفی کوئی سنی نہیں تھا اور اس کی یہ کتاب روضۃ الشہداء ایک غیر معتبر کتاب ہے جس میں اہل بیت کی طرف جھوٹے قصے کہانیوں کو منسوب کیا گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں اس پر مزید تفصیل سے کلام کیا جائے گا۔

(5)میدان کربلا میں شادی

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) پھر سے روضۃ الشھداء از ملا کاشفی

(ب)واقعہ

(ت)اس واقعے کی تحقیق

(ث)ایک مشہور واقعے کی طرف اشارہ

(ا) پھر سے روضۃ الشھداء از ملا کاشفی:

یہ واقعہ بھی ہم ملا حسین کاشفی کی روضۃ الشھداء سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ کتاب کچھ مقررین کے نزدیک معتبر مانی جاتی ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس کتاب میں جھوٹے اور من گھڑت واقعات بھرے پڑے ہیں۔ واقعۂ کربلا پر اردو زبان میں لکھی جانے والی کئی کتابوں میں اس کے حوالے دیکھنے کو ملتے ہیں بلکہ کچھ کا تو اصل ماخذ ہی یہی ہے۔ ایک اور واقعہ اسی کتاب سے ذیل میں نقل

کیا جاتا ہے اور اس پر بات کرنا ان تمام کے لیے کافی ہو گا جن کا ماخذ یہ کتاب ہے۔

(ب) واقعہ:

ملا حسین واعظ کاشفی لکھتا ہے کہ حضرت قاسم نے امام حسن کا وصیت نامہ امام حسین کو دیا۔ امام حسین دیکھ کر رونے لگے پھر فرمایا کہ اے قاسم یہ تیرے لیے تیرے ابا جان کی وصیت ہے اور میں اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔ امام حسین خیمے کے اندر گئے اور اپنے بھائیوں حضرت عباس اور حضرت عون کو بلا کر جناب قاسم کی والدہ سے فرمایا کہ وہ قاسم کو نئے کپڑے پہنائیں اور اپنی بہن حضرت زینب کو فرمایا کہ میرے بھائی حسن کے کپڑوں کا صندوق لاؤ۔ صندوق پیش کیا گیا تو آپ نے اسے کھولا اور اس میں سے امام حسن کی زرہ نکالی اور اپنا ایک قیمتی لباس نکال کر امام قاسم کو پہنایا اور خوب صورت دستار نکال کر اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر باندھی اور اپنی صاحب زادی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے قاسم! یہ تیرے باپ کی امانت ہے جس نے تیرے لیے وصیت کی ہے۔ امام حسین نے اپنی صاحب زادی کا نکاح حضرت قاسم سے کر دیا۔

اس کتاب کا ترجمہ کرنے والے صائم چشتی نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر یہ نکاح ہوا تھا تو امام حسین نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کیا ہو گا ورنہ ان حالات میں نکاح وغیرہ کا معاملہ انتہائی نامناسب اور غیر موزوں ہے۔

(روضۃ الشہداء، اردو، ج2، ص297)

(ت) اس واقعے کی تحقیق:

اسی قصے کے بارے میں امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت قاسم کی شادی کا میدان کربلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی جاتی ہے، اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟

امام اہل سنت نے فرمایا کہ نہ یہ شادی ثابت ہے نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز (یعنی یہ بنائی ہوئی باتیں ہیں)

(انظر: فتاوی رضویہ، ج24، ص502)

حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں من گھڑت اور اہل بیت پر بہتان عظیم ہے۔ امام حسین کی دو صاحب زادیاں تھیں اور واقعۂ کربلا سے پہلے دونوں کی شادی ہو چکی تھی۔

(میزان الکتب، ص246)

(ث) ایک مشہور واقعے کی طرف اشارہ:

اس کتاب میں ایسے کئی جھوٹے قصے موجود ہیں جن میں امام مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ بھی شامل ہے جس کی تحقیق آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ امام مسلم کے بچوں کا واقعہ اتنا مشہور ہے کہ چند معتبر علمانے بھی اپنی کتب میں بلا تحقیق اسے نقل کر دیا ہے۔ اس واقعے کو بعد میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے روضۃ الشھداء نامی کتاب کی حیثیت قارئین پر واضح ہو جائے پھر اس واقعے کی تحقیق کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

(6) پانی بند ہونے کے بارے میں افراط و تفریط

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) پانی بند ہوا یا نہیں؟

(ب) دونوں طرح کی روایات اور مقررین

(ت) تاریخ ابن کثیر کی روایت کہ دسویں محرم کو خیمے میں پانی موجود تھا

(ث) علامہ شریف الحق امجدی کا جواب

(ا) پانی بند ہوا یا نہیں؟

اگر یہ کہا جائے کہ میدان کربلا میں دشمنوں کی طرف سے پانی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی تو روایات کی رو سے یہ صحیح نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ تین دن تک اہل بیت کے خیموں میں بالکل پانی نہیں تھا جس کی وجہ سے بچوں کو بھی پیاس کی شدت سے دوچار ہونا پڑا تو یہ بھی درست نہیں ہے کیوں کہ چند روایات سے اس کی نفی ہوتی ہے۔

(ب) دونوں طرح کی روایات اور مقررین:

میدان کربلا میں اہل بیت پر پانی بند کیا گیا یا نہیں؟ اس پر دونوں طرح کی روایات موجود ہیں لیکن کچھ مقررین کی طرف سے بیان صرف انھی کو کیا جاتا ہے جن سے لوگوں کو رلایا جا سکے۔ کہا جاتا ہے کہ تین دن تک اہل بیت کے خیمے میں ایک بوند بھی پانی نہیں تھا اور مسلسل تین دن تک بچوں سے لے کر بڑوں تک سب پیاسے رہے اور کچھ مقررین تو اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور پانچ محرم سے ہی پانی بند کر دیتے ہیں تاکہ واقعہ مزید دردناک ہو جائے۔

(ت) تاریخ ابن کثیر کی روایت کہ دسویں محرم کو خیمے میں پانی موجود تھا:

تاریخ ابن کثیر میں ایک روایت کچھ یوں ہے کہ دسویں محرم کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل فرمایا اور خوشبو لگائی اور بعض دوسرے ساتھیوں نے بھی غسل فرمایا۔

(البداية والنهاية، ج8، ص185)

اس روایت کو مقررین ہاتھ بھی نہیں لگاتے کیوں کہ اگر اسے بیان کر دیا گیا تو پھر لوگوں کو رلانے کا دھندا چوپٹ ہو جائے گا، پھر کس منھ سے کہا جائے گا کہ تین دن تک اہل بیت کے خیموں میں ایک بوند بھی پانی نہیں تھا۔

(ث) علامہ شریف الحق امجدی کا جواب:

خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند، شارح بخاری، حضرت علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا امام حسین نے عاشورہ کی صبح کو غسل فرمایا تھا؟ کیا یہ روایت صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر خود علماے اہل سنت جو بیان کرتے ہیں کہ تین دن تک حضرت امام حسین اور ان کے رفقا پر پانی بند کیا گیا، یہاں تک کہ بچے پیاس سے بلکتے رہے۔

آپ رحمہ اللہ جواباً لکھتے ہیں کہ یہ روایت تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً بدایہ نہایہ میں ہے:

فعدل الحسین الی خیمة قد نصبت فاغتسل فیھا و انطلی بالنورة... الخ

"اس کے بعد امام حسین خیمے میں گئے اور اس میں جا کر غسل فرمایا اور ہڑ تال استعمال فرمائی اور بہت زیادہ مشک جسم پر ملی۔ ان کے بعد بعض رفقا بھی اس خیمے میں گئے اور انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔"

(البداية والنهاية، جلد ثامن، ص178)

اور اسی میں ایک صفحہ پہلے یہ بھی ہے:

وخرت مغشيا عليها فقام اليها وصب على وجهها الماء

"حضرت زینب بے ہوش ہو کر گر پڑیں، حضرت امام حسین ان کے قریب گئے اور ان کے چہرے پر پانی چھڑ کا"

(ایضاً، ص177)

شارح بخاری رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ یہ دوسری روایت طبری میں بھی ہے حتی کہ رافضیوں کی بھی بعض کتابوں میں (موجود) ہے۔ ہمارے یہاں شیعوں نے ایک دفعہ نقن میاں کو بلایا تھا جو مجتہد بھی تھے اور بہت پائے کے خطیب بھی،

انھوں نے یہ روایت اپنی تقریر میں بیان کی جس پر جاہلوں نے بہت شور مچایا، ان کو گالیاں دیں، ایک جاہل نے تو یہاں تک کہ دیا کہ اگر ایسے دو ایک واعظ (مقرر) آ گئے تو ہمارا مذہب............ میں مل جائے گا۔ (خالی جگہ میں غالباً کوئی گالی ہو گی)

(پھر دونوں طرح کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں کہ) یہ صحیح ہے کہ 7 محرم سے ابن زیاد کے حکم سے نہر فرات پر پہرہ بیٹھا دیا گیا تھا کہ حضرت امام عالی مقام کے لوگ پانی نہ لے پائیں مگر یہ بھی روایت ہے کہ اس پہرے کے باوجود حضرت عباس کچھ لوگوں کو لے کر کسی نہ کسی طرح سے پانی لایا کرتے تھے لیکن شہادت کے ذاکرین (ہمارے مقررین) آب بندی (یعنی پانی بند ہونے) کی روایت کو جس طرح بیان کرتے ہیں اگر نہ بیان کریں تو محفل کا رنگ نہیں جمے گا۔

اس روایت میں اور وقت شہادت حضرت علی اکبر و حضرت علی اصغر کا پیاس سے جو حال مذکور ہے منافات (تضاد) نہیں؛ ہو سکتا ہے کہ صبح کو پانی اس مقدار میں رہا ہو کہ سب نے غسل کر لیا پھر پانی ختم ہو گیا، اور جنگ شروع ہو جانے کی وجہ

سے فرات کے پہرے داروں نے زیادہ سختی کر دی ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کہ حضرت عباس فرات سے مشک بھر کر پانی لا رہے تھے کہ شہید ہوئے۔ ہمیں اس پر اصرار نہیں کہ یہ روایت صحیح ہے مگر میں قطعی حکم بھی نہیں دے سکتا کہ یہ روایت غلط ہے۔ تاریخی واقعات جذبات سے نہیں جانچے جاتے، حقائق اور روایات کی بنیاد پر جانچے جاتے ہیں۔

(فتاوی شارح بخاری، ج2، ص68،69)

خلاصہ:

پانی بند ہونے والی صرف ایک طرف کی روایات کو بیان کرنا اور یہ کہنا کہ تین دن تک اہل بیت کے خیموں میں ایک بوند پانی نہیں تھا، اس سے واضح ہے کہ مقصد صرف لوگوں کو رلانا اور محفل میں رنگ جمانا ہے۔ اپنے مطلب کی روایات میں نمک مرچ لگا کر بیان کرنا اور دوسری روایات کو ہڑپ جانا، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

اب رہا یہ سوال کہ ہمیں کیا سمجھنا چاہیے تو اس کا جواب آپ پڑھ چکے ہیں۔

(7)دس محرم کی رات

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) یہ واقعہ کافی مشہور ہے

(ب)واقعہ

(ت)علامہ شریف الحق امجدی کی تحقیق

(ا) یہ واقعہ کافی مشہور ہے:

یہ واقعہ بھی عوام میں کافی مشہور ہے۔ کچھ مقررین اسے بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ اس واقعے کو سن کر رونا دھونا بھی خوب ہوتا ہے۔ خطبات کی ایک دو کتب میں یہ واقعہ موجود ہے جو کہ بلا تحقیق محض نقل کر دیا گیا ہے۔

(ب)واقعہ:

دس محرم الحرام کی رات ہے......، میدان کربلا ہے......، رات کا پہلا حصہ ہے.....، اہل بیت قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں......، حضرت سکینہ نے

جب سب کو قرآن پڑھتے دیکھا تو مچل گئیں اور اپنے والد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہنے لگیں کہ ابا جان مجھے بھی قرآن شریف پڑھایئے۔ چناں چہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کروا کے "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" پڑھا اور پھر زار و قطار رونے لگے!

جب وجہ پوچھی گئی تو امام حسین نے فرمایا کہ قرآن شروع تو میں نے کروادیا ہے لیکن یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ ختم کون کروائے گا۔

یہ واقعہ شاید ہم اچھی طرح سے لکھ نہیں پائے لیکن ہمارے مقررین بہت اچھے طریقے سے اسے بیان کرتے ہیں۔ خوب روتے ہیں اور بے چاری عوام بھی اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پاتی، اور رو کے بھی کیسے کہ واقعے میں درد ہی اتنا ہے۔

(ت) علامہ شریف الحق امجدی کی تحقیق:

اس دردناک قصے کے بارے میں حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جس کذاب اور جعل ساز مقرر نے اسے بیان کیا اس سے پوچھا جائے کہ اس نے کہاں دیکھا۔ عوام بھی ایسے پھکڑ باز اور چرب زبان مقرر کو سر

پر بٹھاتی ہے، منھ مانگی فیس دیتی ہے، اس کے مقابل علما کو گھاس تک نہیں ڈالتی؛ آخر ان جعل سازوں کی اصلاح کیسے ہو گی؟ اس روایت کو بیان کرنے والا جعل ساز مقرر اگر زندہ ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ تم نے یہ روایت کہاں دیکھی ہے؟

(ملتقطاً و ملخصاً: فتاوی شارح بخاری، ج2، ص72)

یہ روایت من گھڑت اور جھوٹ ہے اور اس کو بیان کرنے والا مقرر............، بہت ہو گیا، اب ہم کیا کہیں۔

(8) مرج البحرین اور اللولو والمرجان

واقعۂ کربلا اور اہل بیت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں مذکور مرج البحرین اور اللولو والمرجان سے مراد اہل بیت ہیں حالانکہ یہ تفسیر اہل سنت کے نزدیک درست نہیں ہے۔ اس پر یہ مختصر سی تحریر یہاں شامل کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

کچھ نیا ہونا چاہیے، اسی چکر میں بعض مقررین جو پاتے ہیں بیان کر دیتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ جو ہم بیان کر رہے ہیں وہ کس حد تک درست ہے۔ بعض لوگ قرآن پاک کی سورۂ رحمن میں وارد ہوئے لفظ "مرج البحرین" سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ مراد لیتے ہیں اور "اللؤلؤ والمرجان" سے حسنین کریمین کو مراد لیتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

شیخ الحدیث، حضرت علامہ غلام رسول قاسمی لکھتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جاہلانہ تاویل ہے جو شیعوں نے کی ہے۔
(الاتقان فی علوم القرآن، ج2، ص180)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ "مرج البحرین" اور "اللؤلؤ والمرجان" کی یہ تاویل شیعہ جیسے جاہل اور احمق لوگوں کا کام ہے۔
(مرقاۃ، ج1، ص292)

علامہ ابن تیمیہ (جو کہ سنی نہیں) نے لکھا ہے کہ یہ تفسیر شیعوں نے گھڑی ہے۔
(مقدمہ تفسیر ابن تیمیہ، ص29)

(انظر: سانحۂ کربلا، ص16)

علامہ غلام رسول قاسمی ایک اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اس تاویل کے بارے میں علما نے صاف لکھا ہے کہ یہ جاہلوں اور احمقوں کی تاویل ہے جیسے روافض۔

(الاتقان للسیوطی، مرقاۃ للقاری، مجمع البحار، فیض القدیر)

(انظر: اصلاح امت، ص 11)

یہ تاویل کچھ کتابوں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ شہید ابن شہید نامی کتاب میں اس کا ملنا کوئی بڑی بات نہیں لیکن چند معتبر علما نے بھی اسے فضائل اہل بیت کے ضمن میں نقل کر دیا ہے جو کہ ایک خطا ہے۔ یقیناً ان سے ایسا عدم توجہ کی وجہ سے ہوا ہے لیکن اب جب معلوم ہو جائے تو پھر اسے بیان کرنا جہالت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(9)تاریخ الخلفاء کی ایک روایت

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) معتبر کتب میں جھوٹی روایات کا امکان

(ب) تاریخ الخلفاء میں ایک روایت

(ت) علامہ شریف الحق امجدی کا جواب

(ث) یہ جان لیں

(ا) معتبر کتب میں جھوٹی روایات کا امکان:

ایسا نہیں ہے کہ صرف غیر معتبر کتب میں ہی جھوٹی روایات ہوتی ہیں یا جن کتب میں جھوٹی روایات ہوں وہ غیر معتبر ہوتی ہیں بلکہ معتبر کتب میں بھی جھوٹی روایات کا امکان ہوتا ہے اور اس سے کتاب کے معتبر ہونے پر حرف نہیں آتا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب تاریخ الخلفاء بڑی مشہور کتاب ہے اور اس سے ہم ایک ایسی روایت نقل کر رہے ہیں جسے کوئی بھی اہل بیت سے محبت رکھنے والا

شخص قبول نہیں کر سکتا اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ معتبر کتب میں بھی جھوٹی روایات ہو سکتی ہیں۔

(ب) تاریخ الخلفاء میں ایک روایت:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کسی واقعے کو دلائل کے ساتھ جھوٹا کہا جاتا ہے تو بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اس بات کی رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھیں فلاں فلاں نے لکھا ہے لہذا جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگ یا تو مصنف کو معصوم قرار دینا چاہتے ہیں یا اس کتاب کو قرآن کا درجہ دینا چاہتے ہیں کہ خطا کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اگر ایسا نہیں چاہتے تو پھر یہ لاعلمی ہے کہ کسی کتاب میں موجود ہر بات کو صحیح مان لیتے ہیں اور جب دلائل کے ساتھ اس کی حقیقت بتائی جائے تو قبول نہیں کرتے۔

جو ایسا کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ فلاں معتبر کتب میں موجود ہے لہذا جھوٹا نہیں ہو سکتا تو چلیں تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں کہ معتبر کتب میں جھوٹی روایات نہیں ہو سکتیں لیکن اب آپ اس روایت کا کیا جواب دیں گے جو امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں موجود ہے:

فلما رهقه السلاح عرض عليهم الاستسلام والرجوع والمضی الی یزید فیضع یده فی یده فأبوا الاقتله فقتل

"جب امام حسین کو ہتھیاروں نے گھیر لیا تو امام نے ان پر صلح پیش کی اور لوٹنے کی خواہش کی اور یزید کے پاس جانے کی تاکہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر دے دیں"

(تاریخ الخلفاء، ص207)

(ت) علامہ شریف الحق امجدی کا جواب:

اس روایت کے متعلق حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جعل اور کذب ہے اور یہ بات دشمنوں نے اڑائی ہے۔
(فتاوی شارح بخاری، ج2، ص70)

(ث) یہ جان لیں:

جان لیجیے کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں غلطیوں کا امکان نہ ہو۔ کتابیں لکھنے والے انسان ہی تھے لہذا ان سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ یہ

کوئی ضروری نہیں کہ کسی معتبر کتاب میں موجود ایک ایک لفظ معتبر اور مستند ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر صحاح ستہ کے بارے میں کیا خیال ہے، یہ تو معتبر کتابیں ہیں لیکن ان میں بھی موضوع روایات موجود ہیں لہذا معلوم ہوا کہ معتبر کتب میں بھی موضوع روایات ہو سکتی ہیں اور اگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہو جائے تو اسے قبول کر لینا بہتر ہے تا کہ اس روایت کو بنیاد بنا کر کوئی فتنے کا محل نہ کھڑا کیا جاسکے۔

(10) امام مسلم بن عقیل کے بچوں کا جھوٹا قصہ

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) اس میں کچھ خاص ہے

(ب) اصل ماخذ کیا ہے؟

(ت) تین قسم کی کتب

(ث) امام مسلم بن عقیل کے بچے تاریخ کے آئینے میں

(ج) ایک بار پھر سے بحث

(ح) خلاصہ

(ا) اس میں کچھ خاص ہے:

یہ واقعہ دوسروں سے خاص ہے لہذا اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔ خاص ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان میں واقعہ کربلا پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں تقریباً سب میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے یہاں تک کہ کچھ معتبر علما نے بھی اسے نقل کر دیا ہے۔ کتابوں میں ہونے کے ساتھ ساتھ اسے کثرت سے تقریروں

میں بیان بھی کیا جاتا ہے لہذا بیشتر لوگ اس واقعے سے واقف ہیں۔ گذشتہ عنوانات کے تحت ہم نے ایسی کئی باتیں بیان کی ہیں جن کو سامنے رکھ کر آپ اس واقعے کی حقیقت کو سمجھ سکیں گے۔ اس واقعے پر آغاز میں گفتگو نہ کرنے کا یہی مقصد تھا کہ پہلے کچھ اشارے دے دیے جائیں پھر اصل کی طرف چلا جائے۔

(ب) اصل ماخذ کیا ہے؟

واقعۂ کربلا میں جو قصے کہانیاں داخل ہو گئیں یا جن من گھڑت واقعات کو واقعۂ کربلا کے ساتھ جوڑا گیا ان میں سے امام مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ اس واقعے کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ اردو زبان میں واقعۂ کربلا پر لکھی جانے والی تقریباً ہر کتاب میں یہ موجود ہے، یہاں تک کہ بعض معتبر مصنفین نے بھی اپنی کتابوں میں اسے نقل کیا ہے۔

جن کتابوں میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے، ان کی تعداد سو کے قریب ہے۔ یہ تمام کتب واقعۂ کربلا کے پیش آنے کے سیکڑوں بلکہ ہزار سال بعد لکھی گئی ہیں تو ظاہر

سی بات ہے کہ لکھنے والوں نے کہیں سے اخذ کیا ہو گا اور وہ ماخذ ہی ہمیں حقیقت بتا سکتا ہے لہذا اب ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ اس کا اصل ماخذ کیا ہے؟

(ت) تین قسم کی کتب:

وہ تمام کتب جن میں یہ واقعہ درج ہے، انھیں ہم تین حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ پہلی تو وہ کتابیں ہیں جن میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہے، بس واقعہ موجود ہے،

دوسری وہ ہیں جن میں ماضی قریب میں لکھی جانے والی کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے،

اور تیسری وہ ہیں جن میں ایک ایسے ماخذ کا ذکر کیا گیا ہے جو اس واقعے کا اصل مرکز ہے۔

پہلی دو قسموں کو الگ کرتے ہیں کیوں کہ وہ اصل ماخذ تک معاون نہیں بن سکتیں۔ اب جو تیسری قسم کی کتابیں ہیں ان میں جس ماخذ کا ذکر ہے وہ "روضۃ الشھداء" نامی کتاب ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور مصنف کا نام ملا حسین بن علی کاشفی ہے جس کا انتقال 910ھ میں ہوا۔ یہی وہ سب سے پہلا

شخص ہے جس نے اس من گھڑت قصے کو بیان کیا ہے ورنہ کتب تاریخ میں اس کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ ایک شیعہ مرزا تقی لسان نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سب سے پہلے امام مسلم کے بچوں کی شہادت کا واقعہ "روضۃ الشھداء" میں بیان کیا گیا ہے اور پہلے مؤرخین میں صرف عاصم کوفی نے بچوں کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی نام لیے بغیر اور شہادت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ مرزا تقی نے ایک کتاب کے حوالے سے یہ تک لکھا ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد جب اہل بیت کو قیدی بنا کر لایا گیا تو امام مسلم کے چھوٹے صاحبزادے ان کے ساتھ قیدی تھے۔ اس واقعے کے سلسلے میں "روضۃ الشھداء" پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب اور صاحب کتاب پر ہم تفصیل سے کلام کریں گے لیکن اس سے پہلے تاریخ کی روشنی میں اس واقعے کی حقیقت کو ملاحظہ فرمائیں جسے محقق اہل سنت، حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

(ث) امام مسلم بن عقیل کے بچے تاریخ کے آئینے میں:

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ امام مسلم بن عقیل (جب کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو پہلے) مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں گئے اور نماز ادا کرنے

کے بعد دوراستہ بتانے والوں کو اجرت پرلے کر ان کے ساتھ (جانب کوفہ) چل پڑے۔ راستے میں سب کو بہت زیادہ پیاس لگی جس کی وجہ سے وہ دونوں مر گئے اور مرتے وقت امام مسلم کو پانی کا راستہ بتا گئے۔

(الکامل فی التاریخ، ج4، ص21، مطبوعہ بیروت)

یہ ایسی کتاب کا حوالہ ہے جسے شیعہ و سنی دونوں معتبر جانتے ہیں۔ اس میں امام مسلم کے بچوں کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ امام مسلم کا مدینے جانا، راستے میں پیاس لگنا، دونوں راستہ بتانے والوں کی موت ہو جانا، اس پورے واقعے میں امام مسلم کا بچوں کو ساتھ لے جانا مذکور نہیں ہے۔ اگر بچے ساتھ تھے تو کہیں تو ذکر ہونا چاہیے تھا؟ خصوصاً پیاس کے وقت ان کی حالت کا ذکر ہونا چاہیے تھا؟

علامہ ابن خلدون، علامہ ابن کثیر اور طبری نے بھی امام مسلم بن عقیل کے بچوں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مدینہ جانے، راستہ بتانے والوں کو ساتھ لینے اور پیاس کی شدت سے انتقال کر جانے کا تذکرہ سب نے کیا ہے۔

(تاریخ ابن کثیر، ج8، ص198 و تاریخ ابن خلدون، ج2، ص512 و تاریخ طبری، ج4، ص147)

کتب تاریخ میں امام مسلم کا اپنے بچوں کو ساتھ لے جانا ہی ثابت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شیعوں کی معتبر کتب میں بھی اس کا ثبوت نہیں ہے۔ شیعوں کی سب سے بڑی اور ضخیم کتاب "بحار الانوار" جو 110 جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں بھی امام مسلم بن عقیل اور راستہ بتانے والوں کا تو ذکر ہے لیکن بچوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

(دیکھیں بحار الانوار، ج44، ص335، مطبوعہ تہران)

تاریخ کی دیگر کتابوں میں بھی امام مسلم کے بچوں کا کوئی ذکر نہیں ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصہ جو ہمارے درمیان مشہور ہے محض ایک افسانہ ہے جسے رونے رلانے کے لیے گھڑا گیا ہے۔ جو دلائل پیش کیے گئے وہ اس واقعے کی تردید کے لیے کافی ہیں اور ان کے علاوہ امام مسلم کی وصیت بھی قابل

غور ہے جس کا ذکر سنی وشیعہ دونوں طرف کی کتب میں موجود ہے، چناں چہ امام مسلم نے شہید ہونے سے پہلے چند وصیتیں فرمائیں اور وہ یہ تین ہیں:

1- اس شہر (کوفہ) میں جو میرا قرض ہے اسے ادا کر دیا جائے۔

2- شہادت کے بعد میرے جسم کو زمین میں دفن کر دیا جائے۔

3- کسی کو بھیج کر امام حسین کو واپس جانے کا پیغام دے دیا جائے۔

(انظر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص56، مطبوعہ بیروت۔
کتاب الفتوح تصنیف احمد بن عاصم الکوفی، ص99، مطبوعہ حیدر آباد دکن۔
الکامل فی التاریخ، ج4، ص34، مطبوعہ بیروت۔
مقتل حسین مصنفہ ابو المؤید خوارزمی، ص212، مطبوعہ ایران۔
تاریخ طبری، ج6، ص212، مطبوعہ بیروت۔
ناسخ التواریخ، ج2، ص98، مطبوعہ تہران جدید)

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب امام مسلم اپنے قرض اور اپنے جسم کے لیے وصیت کر رہے ہیں تو پھر اپنے بچوں کو کیسے بھول گئے؟

امام مسلم بن عقیل کی وصیت میں یہ بات ضرور موجود ہونی چاہیے تھی کہ میرے بچوں کو فلاں جگہ پہنچا دیا جائے لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ بے شک امام مسلم اپنے بچوں سے محبت کرتے تھے تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ انھیں بھول جائیں؟ مذکورہ تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مسلم کا اپنے بچوں کو کوفہ لے جانا، ان بچوں کا یہاں سے وہاں بھٹکنا اور شہید کر دیا جانا سب قصے کہانیاں بے اصل و من گھڑت ہیں۔

اس قصے کو سب سے پہلے ملا حسین واعظ کاشفی نے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے اور آپ کو شاید یہ بات کڑوی لگے لیکن سچ یہی ہے کہ ملا حسین کاشفی سُنی نہیں بلکہ اہل تشیع تھا۔ یہ اور اس کی کتاب اہل سنت کے نزدیک کوئی حجت نہیں۔

(ج) ایک بار پھر سے بحث:

سنی و شیعہ کی معتبر تاریخ کی کتب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مسلم بن عقیل اپنے بچوں کو ساتھ لے کر نہیں گئے تھے اور پھر بچوں کی شہادت کا جو طویل قصہ کتابوں میں موجود ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس تحقیق پر ممکن بلکہ غالب گمان ہے

کہ لوگ اعتراض کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ایک عرصے سے ہم اس واقعے کو سنتے اور پڑھتے آرہے ہیں۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ایک عرصے سے ایسے واقعات بیان کیے جارہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ان واقعات کو صرف اسی وجہ سے قبول کر لیا جائے جب کہ تحقیق اس کے خلاف ہے۔

اسے آسان لفظوں میں ایک بار پھر سے سمجھ لیں کہ سنی و شیعہ، دونوں طرف کی کتب تواریخ میں امام مسلم بن عقیل کے بچوں کے اس قصے کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ کہ دونوں طرف کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ امام مسلم جب کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں پیاس کی شدت سے آپ کے دو ساتھیوں کی موت ہو گئی جو آپ کو راستہ بتانے والے تھے۔ الکامل، البدایہ، طبری، خلدون، بحار الانوار وغیرہ میں امام مسلم کے حالات درج ہیں لیکن بچوں کا نام تک نہیں ہے۔ جب پیاس کی شدت سے دو ساتھیوں کی موت ہو گئی تو بچوں کا کیا ہوا، اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کا اپنے بچوں کو کوفہ لے جانا ہی ثابت نہیں ہے۔

اس قصے کو سب سے پہلے بیان کرنے والا ملا حسین کاشفی ایک ایسا غیر معتبر شخص ہے جس نے کئی من گھڑت واقعات کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اس کی کتاب روضۃ الشھداء میں صرف یہی نہیں بلکہ کئی جھوٹے قصے موجود ہیں۔ امام مسلم بن عقیل کے بچوں کے قصے کو صرف روضۃ الشھداء میں ہونے کی وجہ سے کسی طرح قبول نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ کتب تواریخ میں اس کا نام ونشان تک نہیں ہے بلکہ الٹا اس کی نفی موجود ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ جن معتبر علما نے اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ان کا کیا؟ اسے آسانی سے یوں سمجھیں کہ ایک شخص نے کوئی بات کہی پھر کسی دوسرے شخص نے اس بات کو آگے بیان کیا پھر اس پر بھروسہ کرکے تیسرے شخص نے بھی آگے بڑھا دیا پھر چوتھے، پانچویں......... اس طرح سیکڑوں لوگوں نے اسے ایک دوسرے پر اعتماد کرکے بیان کر دیا اور وہ بات کافی مشہور ہو گئی لیکن یہاں غور کریں کہ اگر پہلے شخص کی بات غلط تھی تو کیا اب ان سیکڑوں لوگوں کے بیان کرنے کی وجہ سے قبول کرلی جائے گی؟ ہر گز نہیں کیوں کہ ان سیکڑوں کے صحیح یا غلط ہونے کا دارومدار اس پہلے شخص پر ہے لہذا اگر پہلا صحیح ہے تو

سیکڑوں لوگ بھی صحیح قرار دیے جائیں گے اور اگر پہلا غلط ہے تو وہ بات غلط ہی رہے گی۔ اسی طرح امام مسلم بن عقیل کے بچوں کے قصے کو سب سے پہلے لکھنے والا شخص ہی جھوٹا ہے تو پھر بات ختم ہو جاتی ہے۔

شیعوں میں سے بعض نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ کتب تواریخ میں اس قصے کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور اگر چند کتابوں میں ہے بھی تو یہ ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد امام مسلم کے چھوٹے بیٹے قید میں تھے۔ شیعوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلے اسے بیان کرنے والا ملا حسین کاشفی ہے اور جھوٹے قصے کہانیوں کو بیان کرنا اس کا من پسند طریقہ ہے۔

اس قصے کو صحیح کہنے کا مطلب ہے کئی جھوٹے قصوں کو قبول کرنے کا دروازہ کھولنا کیوں کہ روضۃ الشھداء میں اور بھی کئی افسانے موجود ہیں جن میں سے چند ہم گذشتہ عنوانات کے تحت نقل کر چکے ہیں۔

(ح)خلاصہ:

امام مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ کتب تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

کتب تاریخ میں جو کچھ موجود ہے وہ اس واقعے کی نفی کرتا ہے۔

اس واقعے کو گھڑنے والا ملا حسین واعظ کاشفی ہے۔

شیعوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ واقعہ ملا حسین کاشفی نے سب سے پہلے لکھا ہے۔

ملا حسین کاشفی نے کئی جھوٹے واقعات بیان کیے ہیں۔

اس کی کتاب روضۃ الشہداء میں موجود واقعات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

چند کتب میں امام مسلم بن عقیل کے صاحبزادے کا قید میں ہونے کا ذکر ملتا ہے جس سے اس واقعے کی مزید نفی ہو جاتی ہے۔

متاخرین نے بلا تحقیق نقل کر دیا اور اس کی وجہ ایک دوسرے پر اعتماد اور ساتھ میں واقعے کی شہرت تھی لہذا ان پر الزام نہیں لیکن اب اسے صحیح قرار دینا درست نہیں ہے۔ ملا حسین کاشفی اور اس کی کتاب روضۃ الشہداء کے متعلق مزید کچھ باتیں آگے بیان کی جائیں گی۔

(11)امام حسین کا گھوڑا ذوالجناح

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) ایک بار پھر روضۃ الشھداء

(ب) واقعہ

(ت) یہ فرضی اور من گھڑت ہے

(ث) میدان کربلا میں گھوڑا؟

(ا) ایک بار پھر روضۃ الشھداء:

جو کچھ ابھی تک لکھا گیا اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ روضۃ الشھداء ایک غیر معتبر کتاب ہے جس میں جھوٹے قصے کہانیوں کی بھر مار ہے۔ اس کا مصنف ملا حسین کاشفی ایسے واقعات گھڑنے میں ماہر ہے جن سے ماتم کو فروغ دیا جاسکے۔ موصوف اگر چاہیں تو امام زین العابدین کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کروادیتے ہیں، میدان کربلا میں شادی کروادیتے ہیں، امام

مسلم کے بچوں پر ایسا افسانہ لکھ دیتے ہیں کہ اس کی اصل کہیں نہیں ملتی۔ انھیں واقعات میں سے ایک امام حسینؓ کے گھوڑے ذوالجناح کا واقعہ ہے۔

(ب)واقعہ:

ملا حسین کاشفی لکھتا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا ذوالجناح بے قرار ہو کر چاروں طرف بھاگنے لگا پھر کچھ دیر بعد واپس آکر اس نے اپنی پیشانی کے بال خون سے تر کیے اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا خیمے کی طرف لوٹ آیا۔

جب اہل بیت نے دیکھا تو انھوں نے فریاد کرتے ہوئے گھوڑے سے فرمایا کہ اے ذوالجناح تو نے امام کے ساتھ کیا کیا؟ تو انھیں ساتھ لے کر گیا تھا واپس کیوں نہیں لایا؟ آخر تو کس دل کے ساتھ انھیں دشمنوں کے بیچ چھوڑ آیا ہے؟ اہل بیت نوحہ کر رہے تھے اور ذوالجناح گردن جھکائے رو رہا تھا اور اپنے چہرے کو امام زین العابدین کے پاؤں پر مل رہا تھا۔ پھر اس گھوڑے نے زمین پر سر مارا اور اپنی جان دے دی اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ گھوڑا صحرا کی طرف نکل گیا اور کسی شخص کو اس کا نشان نہ مل سکا۔

(روضۃ الشھداء، ج2، ص361)

(ت) یہ فرضی اور من گھڑت ہے:

یہ فرضی اور من گھڑت قصہ ملا حسین کاشفی نے شیعوں کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ ایسے واقعات گھڑنے کا صرف ایک مقصد ہے اور وہ ہے نوحہ خوانی کو فروغ دینا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ امام حسین نے کربلا تک اونٹنی پر سفر کیا تو پھر یہ گھوڑا کہاں سے آ گیا؟

(ث) میدان کربلا میں گھوڑا؟

امام سیوطی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمھما اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک مقام پر فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ان (شہید ان کربلا) کے اونٹ بیٹھیں گے اور ان کے کجاووں کی جگہ یہ ہے اور اس جگہ ان کا خون گرایا جائے گا۔

(ملخصًا: خصائص کبری، سر الشھادتین، دلائل النبوۃ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کربلا میں امام حسین کے پاس گھوڑے نہیں تھے۔
کچھ شیعوں نے لکھا ہے کہ جب امام حسین روانہ ہونے لگے تو آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ کو روکنے کے لیے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑلی۔ (یعنی آپ اونٹنی پر سوار تھے)

(ذبح عظیم، ص165 بہ حوالہ مقتل ابی مخنف)

تاریخ طبری میں ہے کہ راستے میں امام حسین نے فرزدق شاعر سے باتیں کی اور پھر اپنی سواری (اونٹنی) کو حرکت دی اور چل پڑے۔

(تاریخ طبری، ج6، ص218)

کچھ کتابوں میں امام حسین کا یہ قول موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ کربلا مصائب کی جگہ ہے، یہ ہماری اونٹنیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، یہ ہمارے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ہمارے مردوں کی شہادت گاہ ہے۔

(کشف الغمہ، ج2، ص347۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج4، ص97۔ الاخبار الطوال، ص353)

ایک شیعہ لکھتا ہے کہ امام حسین نے خطاب فرمایا پھر اپنی اونٹنی بٹھائی۔ (مقتل ابی مخنف، ص55)

شیعوں کی ایک بڑی کتاب "بحار الانوار" میں بھی یہ موجود ہے۔ (بحار الانوار، ج44، ص383)

بحار الانوار میں یہ بھی ہے کہ محمد بن حنفیہ نے امام حسین کو روکنے کے لیے اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔

(ایضاً، ص364)

ان کے علاوہ اور بھی کچھ کتب میں اونٹنیوں کا ہی ذکر ہے۔
(تاریخ روضۃ الصفاء، ج3، ص579۔
تفسیر لوامع التنزیل، ج13، ص91)

الکامل میں ہے کہ امام حسین اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے آواز دی جسے سب لوگوں نے سنا۔
(الکامل فی التاریخ، ج4، ص61)

ایک شیعہ لکھتا ہے کہ میں نے یہ ذوالجناح کا نام حدیث، اخبار اور تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھا۔
(ناسخ التواریخ، ج6، ص344)

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین کے پاس گھوڑے نہیں تھے لیکن کچھ لوگ نہ جانے کہاں سے گھوڑے لے آتے ہیں۔ ویسے جو لوگ

امام زین العابدین کی ملاقات حضرت عبد اللہ بن مبارک سے کرواسکتے ہیں، میدان کربلا میں شادی کرواسکتے ہیں، ان کے لیے اونٹوں کو بھگا کر گھوڑے لانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

(12)حضرت سکینہ اور گھوڑا

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا)غیر مناسب الفاظ کا استعمال

(ب)واقعہ

(ت)یہ منگھڑت ہے

(ا)غیر مناسب الفاظ کا استعمال:

حضرت سکینہ اور گھوڑے کا ایک واقعہ چند کتابوں میں اس طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ جس پر غور کرنے کے بعد ایک کم پڑھا لکھا شخص بھی یہ کہے گا کہ اہل بیت کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال ہر گز مناسب نہیں اور یہ طریقہ صرف

لوگوں کو رلانے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ آپ خود دیکھیں کہ کس طرح اس واقعے کو دردناک بنانے کے لیے لفاظی کا سہارا لیا گیا ہے۔

(ب)واقعہ:

حضرت زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، نظر پتھرائی ہوئی ہے، آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے پلکوں پر آکر ٹھہرے ہوئے ہیں، حضرت سکینہ بے ہوش پڑی ہیں اور اپنے سر تاج کو دیکھ دیکھ کر روتے جارہی ہیں۔

امام حسین اپنے بیٹے زین العابدین سے گفتگو میں مصروف تھے اور اپنے پیچھے برپا ہونے والی قیامت کو نہ دیکھ سکے، اب جو دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

امام حسین آگے بڑھے اور بہن کی گری ہوئی چادر کو اٹھایا اور سر ڈھانپ دیا۔ حضرت سکینہ کو گود میں لیا، علی اکبر کے خون سے لتھڑے ہوئے سکینہ کے چہرے کو اپنے عمامے سے صاف کیا، بکھرے ہوئے بالوں کو انگلیوں سے درست کیا پھر فرمایا:

سکینہ ہوش میں آؤ، بابا کی آخری زیارت کر لو پھر ساری عمر بابا کا چہرہ دیکھنے کو ترس جاؤ گی۔ بیٹی سکینہ اٹھو جلدی کرو، آخری ملاقات کر لو، آخری بار بابا کے سینے سے لپٹ لو پھر تو ساری زندگی تمھیں بھی صغری کی طرح رو رو کر اور تڑپ تڑپ کر گزارنی ہے۔ تین دن کی پیاسی بچی تین دن کے پیاسے باپ سے گلے مل رہی ہے۔ امام حسین نے کہا کہ اے بچی! تم تھوڑی دیر بعد یتیم ہو جاؤ گی! سکینہ کہنے لگی بابا آپ نہ جائیں، میرے ابا جان نہ جائیں، آپ چلے گئے تو بابا کس کو کہوں گی!

پھر جب امام حسین گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو چلانا چاہا تو وہ ہل نہیں رہا ہے۔ آپ نے نیچے دیکھا تو سکینہ گھوڑے کے پاؤں سے لپٹی ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی باپ کے دل پر چھریاں نہ چلاؤ، پھر آپ نے گھوڑے سے اتر کر بڑی مشکل سے بچی کو خیمے میں پہنچایا اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔

(ت) یہ منگھڑت ہے:

یہ قصہ شہید ابن شہید وغیرہ میں موجود ہے اور بیان کرنے والے جیسے چاہتے ہیں نمک مرچ لگا کر بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک من گھڑت قصہ ہے جسے صرف

رونے رلانے کے لیے گھڑا گیا ہے۔ اس میں حضرت زینب کے متعلق جو مذکور ہے کہ " سر سے چادر اتری ہوئی ہے اور ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں " کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی ایک شہزادی کے بارے میں ایسا سوچا بھی جا سکتا ہے؟

حضرت سکینہ جو کہ شادی شدہ تھیں، ان کے بارے میں کہنا کہ امام حسین نے گود میں لیا اور وہ گھوڑے کے پاؤں سے لپٹ گئیں، یہ کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے؟ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اہل بیت نے اس طرح سے بے صبری کا مظاہرہ کیا ہو۔ یہ سب باتیں بالکل جھوٹ ہیں اور کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے۔

کچھ لوگ بجائے اپنی اصلاح کرنے کے، جو ایسے من گھڑت اور گستاخی بھرے واقعات کی حقیقت بیان کرتا ہے، اسی پر گڑ کھا کر چڑھ جاتے ہیں، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ کچھ مقررین نے تو حد کر دی ہے، کہتے ہیں ہمیں دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ ابو جہل کو ہے!

اپنی تقریر میں چار چاند لگانے اور اپنے بازار کو چمکانے کے لیے ایسے قصوں کو خوب رورو کر بیان کیا جاتا ہے اور لوگوں کی عقیدت اور محبت کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی طرف ایسے جھوٹے قصوں کو منسوب کرنے سے بچائے اور ان کی شانوں کے لائق ان کی تعظیم و تکریم کرنے اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(13)ماہ محرم اور رونا دھونا

یہ مختصر سی تحریر ان مقررین و عوام دونوں کے لیے ہے جو جھوٹے واقعات کو بار بار بیان کر کے لوگوں کو رونے پر مجبور کرتے ہیں اور غم حسین میں زبردستی رونے کو ثواب سمجھتے ہیں۔

مجھے رونا نہیں آتا تو کیا کوئی زبردستی ہے؟
جی جی بالکل آپ کو رونا ہی پڑے گا، اگر نہیں روئے تو اس کا مطلب آپ کو اہل بیت سے محبت نہیں ہے۔ آپ نہیں روسکتے تو ہمارے پاس آئیں ہم آپ کو ایسے قصے سنائیں گے جنھیں سننے کے بعد آپ اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پائیں گے اور نہیں تو کچھ بھی کریں لیکن روئیں۔

ماہ محرم کو کچھ لوگوں نے ماہ ماتم سمجھ لیا ہے۔ رونا ضروری ہے، شادی نہیں کر سکتے، مبارک باد نہیں دینی ہے، گوشت نہیں کھانا ہے، فلاں نہیں جانا ہے اور فلاں نہیں چھونا ہے........، یہ سب کیا ڈرامہ ہے؟

یہ زبردستی رونے دھونے کا ڈرامہ کرنے والوں کو جان لینا چاہیے کہ کسی پیارے کی وفات پر قطعی طور پر رونا آجانا محبت اور رحم کے جذبے کا نتیجہ ہے اور یہ بالکل درست اور جائز ہے لیکن ہر سال رونے رلانے کے لیے بیٹھ جانا ایک عجیب حرکت ہے۔

اس دنیا میں ہر کسی کے بہن بھائی، ماں باپ، اولاد اور رشتہ دار فوت ہوتے رہتے ہیں، مرشد و استاد فوت ہوتے رہتے ہیں، ان سب کے لیے ایصال ثواب کا سلسلہ زندگی بھر جاری رہتا ہے مگر سال کے سال رونے کا دھندا نہیں کیا جاتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ رمضان میں شہید کیے گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو کئی دنوں تک ان کے گھر میں محصور کرکے اور ان کا پانی بند کر کے پیاس کی حالت میں شہید کر دیا گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو مسجد نبوی میں نماز پڑھتے ہوئے چھرا مار کر شہید کر دیا گیا.....، ظلم کی یہ داستانیں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے موقعے پر ہم سال کے سال نہ ماتم کرتے ہیں اور نہ روتے ہیں۔

چلیں سب کچھ چھوڑ دیں، احادیث میں آتا ہے کہ دنیا کا سب سے تاریک دن وہ تھا جس دن رحمت عالم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے؛ اگر ہر سال غم منانا اور رونا رلانا جائز ہوتا تو اللہ کی عظمت کی قسم ربیع الاول کے مہینے میں ہر سال پوری دنیا میں کہرام برپا ہو جایا کرتا۔ اب ہم ہر سال میلاد مصطفی کی خوشی تو ضرور مناتے ہیں مگر وصال کی وجہ سے نہ ماتم کرتے ہیں اور نہ تو صرف روتے ہیں۔

جو لوگ اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ امام حسین سے محبت نہیں کرتے، انھیں غور کرنا چاہیے کہ اہل سنت کی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کو تو کوئی مائی کا لال چیلنج نہیں کر سکتا، آخر حضور کے وصال کے موقعے پر ہم کیوں نہیں روتے؟

یہاں سے بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر سال رونے دھونے بیٹھ جانا ایک غیر شرعی حرکت ہے اور جو لوگ سنی کہلانے کے باوجود ہر سال یہ دھندا کرتے ہیں انھیں روافض کا ٹیکا لگ چکا ہے۔

اللہ کے پیاروں کا طریقہ تو یہ ہے کہ پیاروں کی عین وفات کے دن بھی صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں اور آنسوؤں پر بھی کنٹرول رکھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، ہاں البتہ بے اختیار آنسو نکل آنا ایک الگ بات ہے۔

اگر کسی کو اتفاقیہ رونا آجائے تو ایسے رونے میں کوئی قباحت نہیں لیکن تکلف کے ساتھ جان بوجھ کر رونے دھونے بیٹھ جانا اور اسے غم حسین میں رونا سمجھ کر ثواب کی امید رکھنا بالکل غلط ہے۔

(انظر: سانحۂ کربلا، علامہ غلام رسول قاسمی نقشبندی)

(14)اہل بیت کی فضیلت میں ایک مشہور روایت

واقعۂ کربلا بیان کرتے ہوئے اس روایت کو بھی ضمناً بیان کیا جاتا ہے اور شہید ابن شہید اور دوسری کچھ کتابوں میں بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے لہذا ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کی تحقیق بھی یہاں بیان کی جائے۔

یہ روایت کچھ اس طرح لکھی ملتی ہے:

سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ شہید ہے، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ بخشا ہوا ہے، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ تائب ہے، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ کامل الایمان ہے، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو ملک الموت نے جنت کی بشارت دی پھر منکر نکیر نے بشارت دی، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو جنت میں اس طرح بنا سنوار کر لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کی قبر میں جنت کی دو کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں، سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر

کو رحمت کے فرشتوں کے لیے مزار بنادیتاہے، سنو!جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ اہل سنت وجماعت پر مرا، سنو!جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے، سنو!جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ کفر پر مرا، سنو!جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔

اس روایت کے بارے میں شارح صحیحین، مفسر قرآن، حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ روایت حدیث کی کسی معروف اور مستند کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ اس روایت کو علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ایک سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس سند کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ موضوع ہے اور اس روایت کے من گھڑت ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں۔

(الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف، ج4، ص220)

اس روایت کو دوسرے مفسرین سند کی تحقیق کے بغیر نقل در نقل کرتے چلے گئے۔ (پھر کئی متاخرین نے بغیر تحقیق اسے نقل کر دیا)

جب فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں تو پھر موضوع روایات کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے حتی کہ کسی طعن کرنے والے کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ فضائل اہل بیت تو صرف موضوع اور باطل روایات سے ثابت ہیں۔

(تبیان القرآن، ج10، ص585)

(15) ملا حسین واعظ کاشفی سنی نہیں

اس عنوان کے تحت ان باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے:

(ا) کئی واقعات کا سلسلہ روضۃ الشھداء سے ملتا ہے

(ب) روضۃ الشھداء شیعوں کی نظر میں

(ت) ملا حسین کاشفی اور واقعۂ کربلا

(ث)الحاصل

(ا) کئی واقعات کا سلسلہ روضۃ الشھداء سے ملتا ہے:

چوں کہ کئی واقعات ایسے ہیں جن کا سلسلہ ملا حسین واعظ کاشفی کی کتاب روضۃ الشھداء پر جا کر رک جاتا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے اہل سنت سے تعلق ہونے نہ ہونے کے بارے میں بھی لکھا جائے۔ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ کتاب معتبر نہیں لیکن اب ہم جو بیان کریں گے اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مصنف بھی معتبر نہیں ہے۔

(ب) روضۃ الشھداء شیعوں کی نظر میں:

علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیعوں کی کتاب "الذریعہ" کا مقصد تالیف یہی تھا کہ تمام شیعہ مصنفین کی کتابوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور اس میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ نہ ملے گا جو اہل تشیع کے نظریات اور معتقدات پر مشتمل نہ ہو اور اس میں ملا حسین واعظ کاشفی کی روضۃ الشھداء کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج 11، ص294،295)

اس کتاب میں روضۃ الشھداء کا نام موجود ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ کتاب اہل تشیع کی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

شیعہ مصنف، شیخ عباس قمی لکھتا ہے کہ ملا حسین کاشفی بہت بڑا عالم فاضل تھا۔ مولانا عبد الرحمن جامی کا بہنوئی ہے۔ دینی علوم کا جامع، محدث، مفسر اور باخبر عالم تھا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ روضۃ الشھداء بھی اس کی تصنیف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس نے ایک قصیدہ کہا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں:

ذریتی سوال خلیل خدا بخواں
وازلا نیال عہد جوابش بکن دا
گردد تو راعیاں کہ امامت نہ لائق است
آزرا کہ بودہ بیشتر عمر در خطا

"یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے اپنی اولاد میں امامت کا سوال کیا تو جواب ملا کہ یہ منصب ظالموں کو نہیں مل سکتا۔ اس سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ منصب امامت ان لوگوں کو نہیں مل سکتا جن کی عمر کا اکثر حصہ اسلام میں نہ گزرا ہو"

یہ اشعار ملا حسین کاشفی کے شیعہ ہونے کی دلیل ہیں۔ شیعہ عباس قمی نے اس کے شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے اور وہ بھی ایسے نظریے پر جو ان کا متفقہ عقیدہ ہے یعنی امامت کے لیے معصوم ہونا۔ اس کے ساتھ قرآنی آیات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کے ضمن میں اس نے یہ بھی ثابت کیا کہ ظالم اور خطاکار اور کفر کی زندگی گزار کر مسلمان ہونے والے منصب امامت کے ہرگز لائق نہیں ہوسکتے جس کا مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق نہ تھی کیوں کہ اہل تشیع کے نزدیک ان کا قبل از اسلام زمانہ بت پرستی میں گزرا۔
اگرچہ ان کا یہ کہنا غلط ہے لیکن ان کے نزدیک جب ان تین خلفا کا زمانہ قبل از اسلام شرک وبت پرستی میں کا دور تھا تو ایمان لانے کے بعد یہ معصوم ہرگز نہ ہوئے اور امام نبض قرآنی معصوم ہوتا ہے لہذا یہ تینوں حضرات منصب خلافت

پر زبردستی متمکن رہے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق خلافت و امامت غصب کر رکھا تھا۔ اس عقیدے کی بنیاد پر جو صاحب روضۃ الشہداء کے اشعار سے ظاہر ہے اہل تشیع کے ایک جگادری نے اس کی شیعیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

(ت) ملا حسین کاشفی اور واقعۂ کربلا:

علامہ محمد علی نقشبندی لکھتے ہیں کہ روضۃ الشہداء کا مصنف ملا حسین واعظ کاشفی وہ شخص ہے جو واقعۂ کربلا کے متعلق من گھڑت واقعات اور روایات لکھنے والا پہلا مصنف ہے بعد میں شیعہ سنی کتب میں رونے رلانے والے واقعات اور واقعۂ کربلا کو رنگین بنانے کے لیے جو روایات موجود ہیں ان سب نے اسے کاشفی سے نقل کیا ہے۔ اس کے شیعہ ہونے کا ثبوت شیعوں کی مستند کتابوں میں موجود ہے (جسے ہم نقل کر چکے ہیں)۔

(میزان الکتب، ص214 تا254)

(ث) الحاصل

کتاب کا غیر معتبر ہونا تو یقینی ہے ساتھ ہی ساتھ مصنف کا حال بھی قارئین پر واضح ہو چکا ہو گا۔ اب بھی اگر کوئی اس کتاب کو یا مصنف کو سند کے طور پر پیش کرتا ہے تو یہ بڑی عجیب بات ہو گی۔ یہ درست ہے کہ عدم توجہ کی وجہ سے کئی علما جن کا تعلق اہل سنت سے ہے، انھوں نے ایک دو باتیں اس کتاب کی مشہور ہونے کی بنا پر اپنی کتابوں میں نقل کر دی ہیں لیکن اس سے حقیقت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے اس کتاب سے کچھ واقعات کو ہی نقل کیا ہے ورنہ پوری کتاب ایسے عجیب و غریب قصوں سے بھری پڑی ہے جن کی کوئی اصل نہیں۔

(16)شهید ابن شہید، خاک کربلا، اوراق غم وغیرہ کتب

اردو زبان میں واقعۂ کربلا پر سیکڑوں کی تعداد میں کتب ور سائل موجود ہیں۔ مقررین کے نزدیک شہید ابن شہید اور خاک کربلا نامی کتاب کو بہت اچھی کتاب سمجھا جاتا ہے۔ یہ کتابیں عوام میں بھی خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ ان کے اندر موجود مسالے دار قصے اور مقررین کے لائق مواد ہے جس سے کسی محفل میں رنگ جمایا جاسکتا ہے۔ جھوٹے واقعات کو اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ جسے سن کر کسی کو بھی رونا آجائے۔ لفاظی کی تو ان میں بھرمار ہے۔

تاریخ کی کسی کتاب میں واقعۂ کربلا اتنی تفصیل سے موجود نہیں ہے جتنا ان کتابوں میں ہے۔ ایک ایک شخص کی شہادت کی تفصیل کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے مصنف خود میدان کربلا میں موجود ہو۔ ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کس نے کس طرح حملہ کیا، کس نے کتنے لوگوں کو مارا، کس نے کیا اشعار پڑھے اور کس کا کیا انجام ہوا حالانکہ کتب تواریخ اس بارے میں خاموش ہیں۔

پھر صغری کا قصہ، صغری کا قاصد، صغری کا خط، سکینہ کی بے چینی، حضرت زینب کا بچوں کو میدان جنگ میں بھیجنا جن کے قد سے بڑی تلوار بتائی جاتی ہیں، پھر پانی بند ہونے کے بارے میں عجیب و غریب باتیں اور نہ جانے کتنی خرافات کو ان کتابوں میں بڑے دھڑلے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

اگر ان کتابوں پر شروع سے آخر تک بحث کی جائے تو ایک الگ کتاب بن جائے گی۔ ایسی کتابوں کا پڑھنا اور ان میں موجود جھوٹے واقعات کو تقریروں میں بیان کرنا ہر گز درست نہیں ہے۔ ہم نے بس کچھ مشہور واقعات پر ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ایسے کئی واقعات موجود ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مقررین سے گزارش ہے کہ ایسی کتابیں نہ پڑھیں اور جھوٹ کو فروغ نہ دیں اور وہ بھی جھوٹ ایسا جو اہل بیت پر باندھا گیا ہو۔

آخر میں کچھ باتیں

اللہ کی توفیق سے ہم نے کچھ واقعات کی تحقیق کو پیش کیا ہے تا کہ لوگوں کو حقیقت معلوم ہو جائے اور پھر اہل بیت کی طرف ایسے جھوٹے واقعات کو منسوب نہ کیا جائے۔

واقعہ کربلا پر لکھی جانے والی ہر کتاب کو معتبر سمجھ کر پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور چند کتب ہیں مثلاً سوانح کربلا از علامہ نعیم الدین مرادآبادی، آئینۂ قیامت از مولانا حسن رضا خان اور سوانح کربلا از علامہ غلام رسول قاسمی، ان کو پڑھا جائے اور ان میں ایک دو واقعات جو روضۃ الشہداء سے آگئے ہیں ان کو الگ کر دیا جائے جیسے امام مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ وغیرہ۔

جھوٹے واقعات بیان کرنا اہل بیت کی محبت نہیں بلکہ ان کی طرف منسوب ایسے واقعات کا رد کرنا ہی محبت کا تقاضا ہے۔

اگر کوئی دیے گئے علمی دلائل کو ایک طرف کر کے یہ کہے کہ ہم محب اہل بیت ہیں اور ہمیں ان سب سے کوئی غرض نہیں یا ہمیں دلیل کی حاجت نہیں تو یہ محبت نہیں جہالت ہے۔

اب یہ کہ مصنفین نے نقل کیوں کیا تو سیکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ مصنفین کئی باتیں عدم توجہ کی بنا پر یا بغیر خود کی تحقیق محض اعتماد کی بنیاد پر یا شہرت کی وجہ سے نقل کر دیتے ہیں اور پھر بعض اوقات وہ صدیوں اسی طرح نقل پہ نقل ہوتی جاتی ہیں اور آخر میں جب کوئی اس پر تحقیقی نظر ڈالتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ہی نہیں تھی۔
اگر کسی کو ہماری باتوں سے اختلاف ہو تو علمی دلائل کے ساتھ ضرور کر سکتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے لیکن محض جذبات میں آ کر کسی پر کیچڑ اچھالنے والوں سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسی تحقیقی باتوں میں جب جذبات درمیان میں آ جاتے ہیں تو حقیقت دکھائی نہیں دیتی۔

اللہ تعالی ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔

ضمناً: مروجہ تعزیہ داری کے ناجائز ہونے پر کتب اہل سنت کے سو سے زائد حوالے

ماہ محرم الحرام میں جس طرح تعزیہ داری رائج ہے، سراسر ناجائز و حرام ہے اور ہم نے الحمد للہ کتب اہل سنت کے سو سے زائد حوالے جمع کیے ہیں جہاں اس کی ممانعت پر صراحت موجود ہے۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(1) فتاوی عزیزی، ص184 (2) ایضاً، ص186 (3) ایضاً، ص188 (4) ایضاً، ص189 (5) فتاوی رضویہ، ج29، ص238 (6) ایضاً، ج24، ص142 (7) ایضاً، ص145 (8) ایضاً، ص490 (9) ایضاً، ص493 (10) ایضاً، ص498 (11) ایضاً، ص499 (12) ایضاً، ص500 (13) ایضاً، ص501 (14) ایضاً، ص502 (15) ایضاً، ص503 (16) ایضاً، ص504 (17) ایضاً، ص505 (18) ایضاً، ص507 (19) ایضاً، ص508 (20) ایضاً، ص513 (21) ایضاً، ص525 (22) ایضاً،

ص558(23)ایضاً،ج21،ص168(24)ایضاً،ص221(25)
ایضاً،ص246(26)ایضاً،ص247(27)ایضاً،ص423(28)ایضاً،
ج16،ص121(29)ایضاً،ص155(30)ایضاً،ج15،ص263
(31)ایضاً،ج8،ص455(32)ایضاً،ج6،ص442(33)ایضاً،
ص608(34)فتاوی شرعیہ،ج2،ص612(35)ایضاً،ج2،ص442
(36)فتاوی بحر العلوم،ج1،ص188(37)ایضاً،ص320(38)ایضاً،
ج4،ص293(39)ایضاً،ج5،ص238(40)ایضاً،ص247(41)
ایضاً،ص268(42)ایضاً،ص301(43)ایضاً،ص442(44)ایضاً،
ص443(45)ایضاً،ص452(46)ایضاً،ص453(47)ایضاً،
ص456(48)ایضاً،ج6،ص173(49)فتاوی دیداریہ،ص120
(50)ایضاً،ص132(51)فتاوی مفتی اعظم راجستھان،ص135(52)
فتاوی خلیلیہ،ج1،ص79(53)فتاوی اجملیہ،ج4،ص15(54)ایضاً،
ص42(55)ایضاً،ص68(56)ایضاً،ص83(57)ایضاً،ص105
(58)ایضاً،ص128(59)ایضاً،ص88(60)فتاوی شارح بخاری،ج2،

ص454(61)فتاوی ضیاء العلوم، ص39(62)فتاوی ملک العلماء،
ص463(63)فتاوی اجملیہ، ج4، ص15(64)فتاوی فقیہ ملت، ج1،
ص54(65)ایضاً، ج2، ص155(66)کیا آپ کو معلوم ہے، ح1،
ص215(67)فتاوی مسعودی، ص83(68)فتاوی نعیمیہ، ص55(69)
فتاوی اویسیہ، ص464(70)فتاوی تاج الشریعہ، ج1، ص293(71)
ایضاً، ص427(72)ایضاً، ج2، ص103(73)ایضاً، ص341(74)
ایضاً، ص511(75)ایضاً، ص561(76)ایضاً، ص597(77)ایضاً،
ص619(78)تعزیہ بازی(79)ملفوظات اعلی حضرت، ص286(80)
اعلی حضرت کے بعض نئے فتاوی، ص86(81)فتاوی منظر اسلام نمبر،
ص218(82)ایضاً، ص219(83)ایضاً، ص235(84)ایضاً،
ص237(85)ایضاً، ص239(86)ایضاً، ص246(87)فتاوی رضا
دار الیتامی، ص285(88)عرفان شریعت، ص10(89)فتاوی شرعیہ،
ج3، ص272(90)ایضاً، ص531(91)فتاوی امجدیہ، ج4، ص167
(92)ایضاً، ص185(93)ایضاً، ص206(94)تعزیہ اور ماتم(95)

تعزیہ علمائے اہل سنت کی نظر میں(96)رسومات محرم اور تعزیہ داری(97) مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم(98)بہار شریعت،ح16(99)خطبات محرم،ص464(100)محرم میں کیا جائز کیا ناجائز(101)محرم الحرام کے بارے میں 50سوالات اور علمائے اہل سنت کے جوابات(102)ماہ محرم اور بدعات(103)قانون شریعت(104)فتاوی فیض الرسول،ج1، ص247(105)ایضاً،ص249(106)ایضاً،ص250(107)فتاوی فیض الرسول،ج2،ص518(108)ایضاً،ص533(109)ص563 (110)ایضاً،ص646

Our Other Pamphlets

اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا

شب معراج حضور غوث پاک

غیر صحابہ میں ترضی

اذان بلال اور سورج کا نکلنا

عشق مجازی

حضرت اویس قرنی کا ایک مشہور واقعہ

شب معراج نعلین عرش پر

گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!

اختلاف اختلاف اختلاف

مقرر کیسا ہو؟

ڈاکٹر طاہر اور وقار ملت

سرکار کا حلیہ مبارک

بہار تحریر (کئی حصوں میں)

تمام رسائل اردو، رومن‌اردواورہندی میں موجود ہیں!

عبد مصطفی آفیشل